رجب
جمادی الثانی 1442ہجری، فروری 2021ء

ماہنامہ چشمِ بیدار لاہور

جلد نمبر 15 شمارہ نمبر 2

سرپرست اعلیٰ

شیخ آصف احمد

0333-4851638

مدیر : ملک احمد سرور

مجلس مشاورت

ڈاکٹر محمد شریف چودھری
نصرت الدین — خواجہ اعجاز احمد
ڈاکٹر سعید احمد ملک — ظفر اقبال بلوچ
بریگیڈیئر (ر) محمد حنیف

آئینۂ میگزین

1- 5 فروری......یومِ یکجہتی کشمیر	اداریہ	3
2- سورۃ البلد	سیّد قطب شہید	6
3- رذائل اخلاق	ڈاکٹر محمد شریف چودھری	10
4- وادی محصور و آتش و خون کشمیر	ملک احمد سرور	12
5- فلسفہ ہدایت	خواجہ محمد اسلم	21
6- انسان عذاب کو خود دعوت دیتا..	کرنل عابد حسین مرحوم	27
7- حاصل مطالعہ	ملک احمد سرور	29
8- معاشرتی اصلاح کا دعوتی طریقہ	ڈاکٹر عبدالروف	36
9- دانش پارے	علی حمزہ	39
10- دولت دنیا اور دولت ایمان	انتخاب: علی حمزہ	43
11- کتے کی قابل تقلید 10 خصلتیں............		45
12- تشنۂ کوثر	نیاز فتح پوری	46

انتقال پُرملال

ماہنامہ چشم بیدار کے قلمی معاون شیخ عمر فاروق 30 دسمبر کو تہجد کے وقت دار فانی سے کوچ کر گئے۔ وہ ''الفرقان، الحکمۃ اور سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ'' جیسی ضخیم کتب کے مصنف تھے۔ بچوں کے لیے بھی انہوں نے متعدد کتب لکھیں۔ اپنی تمام کتب انہوں نے اعلیٰ معیاری کاغذ پر خود شائع کر کے بلا معاوضہ تقسیم کیں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے جنت میں درجات بلند کرے، آمین۔

پتہ خط کتابت

ماہنامہ چشمِ بیدار

شانِ اسلام گرلز ہائی سکول بلڈنگ،
شفیق آباد نمبر-2 بند روڈ لاہور -54000

فون مدیر: 0321-8004446

Email:chashmibedar@gmail.com

زرِ تعاون: فی شمارہ 50 روپے

پاکستان ———— 500 روپے

برائے چیک / آن لائن

CHASHM-E-BEDAR
Account: 0207-0100097053
Meezan Bank, Urdu Bazar
Lahore.

ناشر ملک سرور نے ارشد عثمانی پرنٹرز سہیل سنگھ سٹریٹ 72 چیمبر لین روڈ لاہور سے چھپوا کر شانِ اسلام گرلز ہائی سکول بلڈنگ، شفیق آباد نمبر -2 بند روڈ لاہور سے شائع کیا

اداریہ

5-فروری...... یومِ یکجہتی کشمیر

پاکستان میں 1990ء سے 5 فروری کو ''یومِ یکجہتی کشمیر'' ہر سال منایا جا رہا ہے۔شروع کے سالوں میں یہ دن بھرپور جوش وخروش سے منایا جاتا رہا مگر بعد میں بھارت نواز حکمرانوں کی وجہ سے پہلے جیسا جوش نہ رہا اور یہ دن محض چند چھوٹے چھوٹے پرگراموں اور چھٹی تک محدود ہو گیا۔موجودہ عمران خان حکومت نے آتے ہی قوم کو کشمیریوں کی حمایت میں ایک بار پھر متحرک کر دیا۔اس میں کشمیر دشمن بھارتی وزیراعظم نریندر مودی کے کردار سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا جس نے مسلسل اسلام اور کشمیر دشمن اقدام اٹھا کر پاکستانیوں کو جگا دیا۔مقبوضہ کشمیر میں ظلم وجبر کی تاریخ ایک صدی سے بھی زیادہ طویل ہے۔جنت نظیر کشمیر کو بھارتی مظالم کی تازہ لہر نے گزشتہ تین دہائیوں سے وادیِ آتش وخون اور وادیِ محصور میں بدل رکھا ہے۔کشمیر میڈیا سروس کے مطابق جنوری 1989ء سے 31 دسمبر 2020ء تک 95723 کشمیری شہید کیے گئے، 161330 سے زیادہ شہری گرفتار ہوئے۔ تباہ کر دیے گھروں، دکانوں، باڑوں اور دفاتر کی تعداد 110383 ہے۔ 22922 عورتیں بیوہ ہوئیں اور ایک لاکھ سات ہزار آٹھ سو سات بچے یتیم ہوئے۔226 11 خواتین بے حرمتی وعصمت دری کا شکار ہوئیں۔ 7155 کو زیرِ حراست مارا گیا۔گزشتہ چند سالوں میں صرف پیلٹ گنز سے 10500 سے زیادہ افراد زخمی ہوئے ہیں۔مختلف رپورٹس کے مطابق آٹھ تا دس ہزار افراد لاپتہ ہوئے ہیں۔ظلم کی ایک سیاہ رات ہے جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی۔

مقبوضہ جموں وکشمیر کی آزادی کا سفر 1931ء سے شروع ہوتا ہے۔ 1947ء میں جموں میں مسلمانوں کا بڑا قتلِ عام ہوا جس میں اڑھائی تین لاکھ مسلمانوں کو بے رحمی سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔نشیب وفراز سے گزرتے ہوئے تازہ تحریک 1989ء سے شروع ہوئی اور پوری وادی آزادی کے نعروں سے گونجنے لگی مگر پاکستان کے بھارت نواز حکمرانوں نے اس تحریک کو کچلنے کے لیے بھارت کا پورا پورا ساتھ دیا۔تحریک جاری رہی مگر اس میں پہلے جیسا دم خم نہ رہا۔ جولائی 2016ء میں برہان وانی نے اپنی جان کی قربانی دے کر اس تحریک کو ایک بار پھر قوت دے دی۔فروری 2019ء میں بھارتی فوج نے فاشسٹ مودی کی ہدایت پر پاکستان کے خلاف سرجیکل آپریشن کا بہانہ ڈھونڈنے کے لیے ایک کشمیری نوجوان کے ذریعے پلوامہ میں اپنی ہی فوج کے ایک کانوائے کو نشانہ بنا کر چالیس فوجی ہلاک کر دیے اور پاکستان پر الزامات کا طوفان اٹھا کر بھارتی فضائیہ نے بالاکوٹ کے علاقے میں سرجیکل سٹرائیک کرنے کی کوشش کی ،

نتیجہ دو بھارتی طیاروں کی تباہی اور ونگ کمانڈر ابھی نندن کے قیدی بننے کی شکل میں نکلا۔ 5 اگست 2019ء کو بھارت کی مودی سرکار نے کشمیر کا خصوصی سٹیٹس ختم کر کے اسے بھارت کا حصہ بنا لیا اور پوری وادی میں کرفیو نافذ کر دیا۔ 5-اگست 2019ء سے وادیِ کشمیر مکمل طور پر ایک وادیِ محصور بن چکی ہے اور اہل کشمیر کی زندگی کے شب و روز اذیتناک بنا دیے گئے ہیں۔ عالمی برادری میں اگرچہ کچھ آوازیں بلند ہوئی ہیں مگر یہ آزادیِ کشمیر کے لیے بہت کم ہیں۔ بھارت ایک بڑا ملک ہے، بڑی معیشت رکھتا ہے اور سب کے تجارتی مفادات بھارت سے وابستہ ہیں، اس لیے مسلم دنیا کا جھکاؤ بھی بھارت کی طرف ہے۔ مسلم دنیا میں صرف ترکی اور ملائیشیا کھل کر ساتھ دے رہے ہیں۔ ان حالات میں پاکستان جس حد تک جا سکتا تھا، وہ گیا ہے۔ عالمی حالات اور پاکستان کی معیشت اس قابل نہیں ہے کہ وہ جنگ کے ذریعے کشمیر کو آزاد کرا سکے، اس کے لیے مناسب پالیسی یہی ہے کہ وہ سازگار حالات پیدا ہونے تک مسئلے کو زندہ رکھے۔ مودی سرکار کی انتہا پسندی کے باعث بھارت کے اندر علیحدگی پسند زور پکڑ رہے ہیں، ان کی عالمی فورموں پر مدد کی جانی چاہیے تاکہ بھارت کمزور ہو۔ بھارت کے مظلوم مسلمانوں کو بھی بیدار کرنے کی ضرورت ہے جو ظلم سہہ کر آہ بھی نہیں نکال رہے۔ اسی طرح بنگلہ دیش کے مسلمانوں کو بھی اپنا فریضہ ادا کرنا ہوگا، آرگنائزیشن آف اسلامک کوآپریشن (OIC) کو بھی کلمہ پڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ جب فیصلہ کن گھڑی آئے تو ایشیا میں بھارت تنہا کھڑا ہو۔ پاکستان کے اندر بھارت نواز جماعتیں اور دانشور بھی ایک مسئلہ ہیں، ان کا سافٹ ویئر بھی درست کرنے کی ضروت ہے۔

اس موقع پر ہم اہل کشمیر کو ان کی شاندار جدوجہد پر خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں اور شہداء کے لیے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ جنت الفردوس میں ان کے درجات بلند فرما۔ پاکستانی عوام دل و جان سے اہل کشمیر کے ساتھ ہیں اور 5-فروری کا اظہارِ یکجہتی اس کا ثبوت ہے۔ کشمیری اپنے موقف پر ڈٹے رہیں، ان شاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب ظلم کی سیاہ رات روشن دن میں بدلے گی، آزادی کا سورج چمکے گا اور کنٹرول لائن کی باڑ کباڑ میں بکے گی۔

سیاسی کارکنان سے دست بستہ عرض ہے

پاکستان کی سیاست مکمل شعبدہ بازی پر چل رہی ہے۔ اس میں جس قدر جھوٹ، عیاری اور نوسر بازی داخل ہو چکی ہے، اس کا ہم الفاظ میں احاطہ نہیں کر سکتے۔ سارے سیاسی ادوار دیکھ لیں، سیاسی جماعتوں نے ملک میں عدم استحکام پیدا کرنے اور کرپشن کے سوا کچھ نہیں کیا۔ پارلیمنٹ

کا بنیادی مقصد قانون سازی ہے مگر ان کے ادوار میں جو قانون سازی ہوئی ، اس کا بیشتر حصہ ان کے ذاتی مفادات کا مظہر نظر آتا ہے ، اسی لیے کرپشن کے مگرمچھوں کو سزا نہیں ہو پاتی اور نہ لوٹی ہوئی دولت واپس خزانے میں آتی ہے۔ نتیجتاً ملک ترقی و خوشحالی کے بجائے غربت و جہالت کی دلدل میں دھنستا چلا گیا۔ موجودہ سیاست کو دیکھ لیں کہ کس بے شرمی سے لوگوں کو جھوٹ سکھایا جا رہا ہے۔ پاک فوج کی کردار کشی کی جا رہی ہے اور ساتھ ہی اس کو حکومت کا تختہ الٹنے کی دعوت بھی دی جا رہی ہے ۔کہیں ہمارے قومی لیڈر اردو بولنے والوں کی تذلیل کرتے ہیں تو کہیں سرکاری گوداموں کو لوٹنے کی ترغیب دیتے ہیں تو کہیں بھارت کے حملے کی خبر پر بہادر پاک فوج کے جرنیلوں کے پسینے چھوٹنے کا الزام لگاتے ہیں حالانکہ جس واقعہ کے پس منظر میں یہ پسینے چھوٹنے کا الزام لگایا گیا ، اس میں تو پاک فوج فاتح تھی ، مگر پاکستان کی سیاست تو ہے ہی جھوٹ اور بہتان تراشی کی بنیاد پر۔ پاکستان میں احتساب کا جو عمل شروع ہوا ہے ، وہ اگرچہ ابھی نمائشی مرحلے میں ہے مگر کرپٹ سیاسی مافیا کو خدشہ ہے کہ یہ حقیقی رنگ بھی اختیار کر سکتا ہے ، اس لیے احتسابی اداروں کے خلاف سینہ سپر ہے۔ احتسابی اداروں پر حملہ آور ہونے کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ ایک سیاسی مولانا جس کا کوئی کاروبار نہیں اور جس نے کھربوں کے اثاثے بنائے ہیں اور جو احتساب میں حضرت عمر فاروقؓ کی مثال پیش کرتا رہا ہے ، جب نیب نے اسے اثاثے بنانے کے ذرائع آمدن پوچھنے کے لیے بلایا تو اکڑ گیا ہے اور کہتا ہے کہ نیب پر بڑے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوں گا۔ ان حالات میں ملک میں نظامِ انصاف کیسے قائم ہو سکتا ہے ، رشوت و کرپشن کیسے ختم ہو سکتی ہے ، خوشحالی کیسے آ سکتی ہے ، نوکر شاہی کیسے عوام کی خادم بن سکتی ہے؟ کم و بیش نصف صدی بعد ملک میں طویل المیعاد ترقیاتی منصوبے بننے لگے ہیں اور صنعتی پہیے کا زنگ اترنے لگا ہے ۔طویل المیعاد منصوبوں کا ثمر دیر سے ملتا ہے مگر عوام ہتھیلی پر سرسوں جمانا چاہتے ہیں۔ عوام کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ ترقی و خوشحالی کے لیے صبر اور محنت سے کام لینا ہوگا ، شیخ چلی کے خواب خوشحالی نہیں لا سکتے ۔ بلا امتیاز تمام سیاسی کارکنان سے درخواست ہے کہ خدارا تدبر و تفکر کرنا بھی سیکھ لیں ، پاکستان کو ریاستِ مدینہ بنانا چاہتے ہیں تو مدینہ کے عوام کی طرح بننے کی بھی کوشش کریں۔ جس پارٹی میں مرضی رہیں مگر اس پارٹی کے دستور و منشور کے مطابق سیاسی کام کریں ، کرپٹ لیڈروں کا دفاع کرنا چھوڑ دیں اور آواز بلند کریں کہ کرپٹ لیڈر اپنی کرپشن کا دفاع خود کریں۔ اسی صورت میں ہم ملک کو ترقی کی شاہراہ پر ڈال سکتے ہیں۔ **وما علینا الا البلاغ المبین**

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

سیّد قطب شہیدؒ

سورۂ البلد

گزشتہ سے پیوستہ.................................

پھر اللہ نے انسان کو یہ ہدایت دی ہے کہ وہ خیر و شر کو سمجھے اور یہ سمجھے کہ جنت کا راستہ کون سا ہے اور جہنم کا راستہ کون سا ہے۔ یوں یہ ہدایت کر کے اللہ نے انسان کے ساتھ یہ اعانت کی ہے کہ وہ سیدھا راستہ لے۔

ان سب ہدایات کے باوجود انسان پھر بھی اس مشکل گھاٹی کو عبور نہیں کرتا جو اس کے اور جنت کے درمیان حائل ہے اور اللہ نے اگلی آیات میں اس مشکل گھاٹی کی توضیح فرما دی ہے:

﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ o وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ o فَكُّ رَقَبَةٍ o اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ o يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ o اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ o ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ o اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ o﴾ (90 : 11 تا 18)

’’مگر اس نے دشوار گزار گھاٹی سے گزرنے کی ہمت نہ کی اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کو غلامی سے چھڑانا، یا فاقے کے دن کسی قریبی یتیم یا خاک نشیں مسکین کو کھانا کھلانا۔ پھر (اس کے ساتھ یہ کہ) آدمی ان لوگوں میں شامل ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر اور (خلق خدا پر) رحم کی تلقین کی۔ یہ لوگ ہیں دائیں بازو والے۔‘‘

یہ ہے وہ دشوار گزار گھاٹی جس کو عبور کرنے کی ہمت انسان نہیں کرتا، الا یہ کہ جو لوگ اپنے پختہ ایمان سے مدد لیں۔ یہ گھاٹی انسان اور جنت کے درمیان حائل ہے، اگر انسان اسے عبور کر لے تو وہ سیدھا جنت میں داخل ہو جائے۔ یہاں قرآن کریم اس کی تصویرکشی اس طرح کرتا ہے کہ انسان کے دل میں اسے عبور کرنے کا جوش پیدا ہو، اور یہ تحریک ہو کہ وہ اسے عبور کر لے، ایک جست لگائے اور اس پار ہو، اس کی پوری طرح وضاحت کی گئی اور یہ یقین دلا دیا گیا کہ یہی تمہارے اور جنت کے درمیان حائل ہے۔

﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ﴾ (90 : 11)

''مگر اس نے دشوار گزار گھاٹی سے گزرنے کی ہمت نہ کی۔''

لفظ اقتحام استعمال کر کے اس بات پر ابھارا گیا ہے کہ آگے بڑھو، ایک جست لگا کر اسے عبور کرو، گھس جاؤ۔ پھر اس گھاٹی کی عظمت اور بڑائی بیان کرنے کے لیے سوال:

﴿وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الۡعَقَبَةُ ﴾ (90 : 12)

''تم کیا جانو کہ وہ دشوار گزار گھاٹی کیا ہے۔''

یہ سوال اس لیے نہیں ہے کہ وہ گھاٹی کوئی بہت ضخیم ہے اور نا قابل عبور ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ بہت اہم ہے۔ اللہ کے نزدیک اس کا عبور کرنا ضروری ہے تا کہ انسان جرأت کر کے گھس جائے اور جست لگا دے۔ اگرچہ اس کی راہ میں مشکلات حائل ہوں، کیونکہ محنت اور مشقت کے بغیر تو کوئی کام بھی نہیں ہوتا اور اگر کوئی یہ مشقت برداشت کرے گا تو اسے ضرور اس کا ثمرہ مل جائے گا اور اس کی تکالیف کا صلہ اس کے سامنے ہوگا، اور اس کا کوئی عمل ضائع نہ ہوگا اور یہ کام ہر حال میں ہونے والا ہے۔

یہ دشوار گزار گھاٹی کیا ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس کی مکہ کی سوسائٹی کو بے حد ضرورت تھی، جہاں تحریک اسلامی دعوت کا کام کر رہی تھی۔ ان غلاموں کو آزادی دلانا جو اس سوسائٹی میں نہایت ہی برے حالات کار میں کام کر رہے تھے، اس خود غرض سوسائٹی میں لوگ نہایت ہی خود غرضی سے مفادات کے پیچھے دوڑ رہے تھے اور نادار لوگ بھوک سے مر رہے تھے۔ اس میں لوگوں کے لیے ابتدائی انسانی ضروریات فراہم کرنا۔ یہ باتیں تو مکہ کی سوسائٹی کے پس منظر میں تھیں، باقی بعض ایسی باتیں جن کا تعلق کسی زمان و مکان سے نہیں ہے اور جن کا تعلق تمام انسانوں کے ساتھ ہے اور جو نجات کے لیے ہمیشہ دشوار گزار گھاٹی کی طرح رہی ہیں مثلاً:

﴿ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَةِ ﴾

(17 : 90)

''پھر وہ آدمی ان لوگوں میں شامل ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر اور (خلق خدا پر) رحم کی تلقین کی۔''

روایات میں ہے کہ کسی گردن کو غلامی سے چھڑانے کا مقصد یہ ہے کہ غلاموں کو آزاد کرنے میں شرکت کرنا، اور لغوی لحاظ سے عتق کے معنی ہیں کسی کو مکمل آزاد کر دینا یعنی ایک شخص کسی کو آزاد کر دے۔ کوئی کسی کی آزادی میں شریک ہو یا کسی کو پورا آزاد کر دے، حاصل دونوں

کا ایک ہی ہے۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو مکہ میں لوگوں نے اسلام کو ہر طرف سے گھیر رکھا تھا۔ اسلامی حکومت قائم نہ تھی کہ وہ آزادئ غلاماں کا قانون پاس کر دیتی۔ غلامی جزیرۃ العرب اور اس کے علاوہ پوری دنیا میں عام تھی اور پوری دنیا میں عورتوں کے ساتھ نہایت ظالمانہ سلوک کیا جاتا تھا، جب بعض غلام مسلمان ہو گئے، مثلاً عمار ابن یاسر، ان کا خاندان، بلال ابن رباح، صہیب رضی اللہ عنہم وغیرہ تو ان غلاموں کے مالکان نے ان پر سخت تشدد شروع کر دیا، اور ان پر ایسا تشدد شروع کر دیا جو ناقابل برداشت تھا۔ مسلمان اس نتیجے پر پہنچے کہ ماسوائے آزادی کے اور کسی طریقے سے ان کی جان نہیں چھوٹ سکتی اور آزادی کا صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ ان لوگوں کو، ان کے شقی القلب اور سنگدل مالکان سے خریدا جائے۔ اس میدان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ مرد اول رہے۔ جیسا کہ ان کی عادت تھی کہ وہ اسلام کے ہر معاملے میں سب سے پہلے لبیک کہتے اور نہایت ثابت قدمی سے اور اطمینان سے اور استقامت سے اس راہ پر آگے بڑھتے۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت بلال، اس سے پہلے بنی جمح کے پیدائشی غلام تھے، یہ نہایت سچے مسلمان تھے، نہایت پاک دل تھے۔ امیہ ابن خلف ابن وہب ابن خذافہ ابن جمح تپتی دوپہر میں انہیں نکالتا، وادئ مکہ میں زمین پر پیٹھ کے بل لٹاتا اور حکم دیتا کہ ان کے سینے پر ایک بھاری پتھر رکھ دیا جائے اور ان سے کہتا کہ ”تم اسی طرح رہو گے جب تک تم مر نہیں جاتے یا محمد (ﷺ) کی نبوت کا انکار نہیں کر دیتے اور لات وعزیٰ کی عبادت نہیں کرتے۔“ اس مصیبت کی حالت میں وہ صرف یہی کہتے: ”احد......احد۔“

ایک دن حضرت ابوبکر صدیقؓ پاس سے گزرے اور یہ لوگ اس وقت ان پر اسی طرح تشدد کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا گھر محلّہ بنی جمح میں تھا۔ آپ نے امیہ ابن خلف سے کہا: ”کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے، کب تک تم یہ ظلم کرتے رہو گے؟“ اس نے جواب دیا: ”تم ہی نے تو اسے برباد کیا ہے لہٰذا اس عذاب سے تم ہی اسے چھڑاؤ گے۔“ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: ”اچھا میں کرتا ہوں۔ میرے پاس ایک سیاہ فام غلام ہے، اس سے زیادہ قوی اور مضبوط، اور وہ تمہارے دین پر ہے۔ میں اسے اس کے بدلے تمہیں دیتا ہوں۔“ امیہ ابن خلف نے کہا: ”میں نے قبول کیا۔“ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسے اپنے غلام کے بدلے خرید لیا اور آزاد کر دیا۔

مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے، ان کے ساتھ اور چھ غلام بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آزاد کرائے، بلال ساتویں تھے۔ عامر ابن فہیرہؓ جو بدر میں شریک ہوئے اور بیئر معونہ میں

شہید ہوئے۔ ام عبیس، زنیرہ، جب ان کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آزاد کرایا تو ان کی بصارت چلی گئی۔ قریش نے کہا کہ اس سے لات اور عزیٰ کے سوا کسی اور نے نظر نہیں چھینی۔ اس پر اس نے یہ تبصرہ کیا: ''وہ جھوٹ بولتے ہیں، بیت اللہ کی قسم لات اور عزیٰ نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع۔'' اس کے بعد اللہ نے اس کی نظر کو لوٹا دیا۔ نہدیہ اور اس کی بیٹی، یہ دونوں بنی عبدالدار کی ایک عورت کی لونڈیاں تھیں۔ اس نے ان کو آٹا دے کر بھیجا اور ساتھ ہی یہ کہا کہ خدا کی قسم میں تمہیں کبھی آزاد نہ کروں گی۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ پاس ہی سے گزر رہے تھے، انہوں نے کہا: ام فلاں، اس قسم کا کفارہ ادا کر کے اس سے نکل آؤ۔ اس نے جواب دیا کہ تم اس کا کفارہ ادا کرو، تم ہی نے تو ان کو خراب کیا ہے، لہٰذا تم ہی انہیں آزاد کرو، تو حضرت نے فرمایا: بتاؤ قیمت؟ اس نے کہا: یہ ہے قیمت۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: بس میں نے خرید لیا اور یہ آزاد ہوئیں۔ اس کا آٹا اسے لوٹا دو۔ انہوں نے کہا: مناسب نہیں کہ ہم اس سے فارغ ہو جائیں اور پھر اسے لوٹا دیں، تو انہوں نے کہا: جس طرح تم چاہو۔

اسی طرح ایک بار وہ ایک لونڈی کے پاس سے گزرے، یہ بنی عدی قبیلے کی شاخ بنی مومل سے تھی اور مسلمان تھی۔ عمر ابن الخطاب اسے سخت سزا دیتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اسلام چھوڑ دو۔ اس وقت حضرت عمرؓ مشرک تھے، اسے یہ مار رہے تھے۔ جب وہ تھک گئے تو کہا کہ میں معذرت کرتا ہوں کہ میں نے تمہیں محض اس لیے چھوڑ دیا ہے کہ میں تھک گیا ہوں ورنہ اور مارتا اور وہ کہتی، اسی طرح اللہ تیرے ساتھ کرے۔ اسے بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خریدا اور آزاد کر دیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں، محمد ابن عبداللہ ابن ابو عتیق نے بیان کیا، عامر ابن عبداللہ سے، انہوں نے ابن زبیر سے، انہوں نے ان کے خاندان والوں سے، یہ کہ ابو قحافہ نے کہا: ''بیٹے! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ضعیف غلاموں کو آزاد کر رہے ہو، اگر تم یہ کام کرتے ہی ہو جو کر رہے ہو تو پھر تمہیں چاہیے کہ مضبوط لوگوں کو آزاد کرو، جو تمہارے حامی ہوں اور جب تم پر مصیبت آئے تو تمہارے آگے کھڑے ہوں۔'' اس پر ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: ''اے باپ، میں جو چاہتا ہوں وہ صرف رضائے الٰہی کے لیے چاہتا ہوں۔'' یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے جو اس مشکل گھاٹی کو عبور کرنے کے لیے گھس رہے تھے، اور وہ ایسے مصیبت زدہ جن پر تشدد ہو رہا تھا، اور سوسائٹی ایسی تھی جس میں ایسا اقدام نہایت ابتدائی جست شمار ہوتا اور نہایت انقلابی اقدام ہوتا تھا۔ یوں جس طرح کوئی مشکل ترین گھاٹی کو عبور کرے۔ (جاری ہے)

ڈاکٹر محمد شریف چودھری

رذائل اخلاق

☆ بہتان و تہمت

الزام لگانا، تہمت لگانا، بہتان باندھنا، کسی پر جھوٹ یا افک باندھنا ایک بہت بُری خصلت ہے جس کی قرآن وحدیث میں بڑی مذمت کی گئی ہے۔ تہمت یا بہتان یہ ہے کہ جان بوجھ کر کسی بے گناہ کو مجرم ٹھہرانا یا اُس کی طرف کوئی ایسا گناہ یا جرم یا برائی منسوب کرنا جو اُس نے نہ کی ہو یا جرم خود کر کے کسی بے گناہ پر اُس کا الزام لگا دینا۔ ایسا کرنے کا مقصد عموماً شریف لوگوں کو بدنام کرنا یا اپنے آپ کو جرم کی سزا سے بچانا ہوتا ہے۔

قرآن میں ارشاد ہے کہ جس شخص نے کوئی خطا یا گناہ خود کیا مگر اس کا الزام کسی بے گناہ کے سر تھوپ دیا تو اُس نے بڑے گناہ اور بڑے بہتان کا بوجھ اپنے اوپر لاد لیا۔ مومن اور پاک دامن عورتوں پر زنا و فحاشی وغیرہ کی تہمت لگانا اور پھر اس تہمت کے حق میں چار گواہ پیش نہ کرنا قرآن حکیم کے نزدیک اتنا بڑا جرم ہے جس کی سزا اسّی (80) کوڑے مقرر کی گئی ہے۔ مزید برآں اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کو فاسق ٹھہرایا گیا ہے اور اُن کی گواہی ہمیشہ کے لیے ناقابل قبول اور ناقابل اعتبار قرار دی گئی ہے۔ ایک اور مقام پر قرآن نے پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے۔ ظہور اسلام کے وقت یہ عام دستور تھا کہ اگر ایک عورت ایک ہی وقت میں بہت سے مردوں سے تعلقات رکھتی تھی تو وہ اپنے بچے کو اُن میں سے جس کی طرف چاہتی منسوب کر دیتی یا مجہول بچہ کو اپنا کہہ کر شوہر کی طرف منسوب کر دیتی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بہتان کہا اور نبیؐ کو حکم دیا کہ جو عورت مسلمان ہونے آئے اس سے یہ بیعت لی جائے کہ وہ آئندہ اس جرم سے باز رہے گی۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے بے گناہ غلام پر تہمت لگائے گا اس کی پیٹھ پر قیامت کے روز کوڑے مارے جائیں گے۔ اس موضوع پر کچھ آیاتِ قرآن اور احادیثِ نبویؐ درج ذیل ہیں۔

آیاتِ قرآن

1: اور جس شخص نے کوئی خطاء یا گناہ خود کیا مگر اس کا الزام کسی بے گناہ پر تھوپ دیا تو اُس

نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر اٹھا لیا۔ (النساء4:112)

2: (پھر یہود کو سزا دی گئی) اُن کی عہد شکنی کے سبب اور اُن کے اللہ کی آیات سے انکار کے سبب اور اُن کے اللہ کے انبیاء کو ناحق قتل کرنے کے سبب...... اور اُن کے کفر کے سبب اور مریم پر بہت بڑا بہتان لگانے کے سبب۔ (النساء4:155-156)

3: اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگاتے ہیں، پھر چار گواہ نہیں لاتے تو اُنہیں اسّی (80) کوڑے لگاؤ اور اُن کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔ وہ لوگ یقیناً فاسق ہیں۔ (النور24:4)

4: بے شک جو لوگ پاک دامن بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، اُن پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی، اُن کے لیے بہت عذاب ہے۔ (النور24:23)

1: اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دیتے ہیں بغیر اُن کے کسی قصور کے، تو ایسے لوگوں نے ایک بہت بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھا لیا۔ (الاحزاب33:58)

احادیث نبوی ﷺ

1: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا: جو کوئی اپنے غلام پر تہمت لگائے گا جبکہ وہ بے گناہ ہو یعنی اُس نے وہ جرم نہ کیا ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس مالک کی پیٹھ پر کوڑے مارے گا۔ (ابو داؤد کتاب الآداب)

2: حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا: کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر نہ تو فسق کی تہمت لگائے اور نہ کفر کی، اس لیے کہ اگر وہ شخص ایسا نہیں ہے تو یہ کلمہ کہنے والے پر لوٹ آتا ہے۔ (بخاری)

3: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے صحابہ سے پوچھا: تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسولؐ خوب جانتے ہیں۔ فرمایا: تو اپنے مسلمان بھائی کا ایسی باتوں کے ساتھ (اس کی پیٹھ پیچھے) ذکر کرے جو اُس کو بری معلوم ہوں (غیبت ہے)۔ پوچھا گیا: اگر میرے بھائی کے اندر وہ برائی موجود ہو جس کا میں نے ذکر کیا تب بھی اُسے غیبت کہا جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا: اگر اس کے اندر وہ برائی موجود ہو جس کا تو نے ذکر کیا ہے تو تو نے غیبت کی، اور اگر وہ برائی اس میں موجود نہ ہو تو پھر تم نے اس پر بہتان لگایا۔ (مسلم)

ملک احمد سرور

وادیِ محصور اور آتش و خون کشمیر

مسئلہ کشمیر کا پس منظر

ریاست جموں و کشمیر برصغیر پاک و ہند کے انتہائی شمال میں جنوبی اور وسطی ایشیا کے درمیان واقع ہے۔ اس کی سرحدیں چین، پاکستان اور بھارت سے ملتی ہیں۔ پاکستان کے ساتھ سات سو میل اور بھارت کے ساتھ تین سو پچاس میل سرحد ہے مگر بھارت کے ساتھ نقل و حمل کے لیے راستہ بہت تنگ ہے۔ ریاست کا مجموعی رقبہ 84471 مربع میل ہے۔ اس کے دو حصے ہیں: جموں اور کشمیر۔ جموں کا علاقہ زیادہ تر میدانی ہے اور وہاں ہندو تناسب کچھ زیادہ ہے جبکہ کشمیر کا علاقہ پہاڑی ہے اور وادی کا میدان صرف 84 میل لمبا اور 25 میل چوڑا ہے۔ کشمیر میں مسلمانوں کا تناسب 90 فیصد جبکہ جموں و کشمیر میں 80 فیصد ہے۔ حاکم کشمیر رنجن شاہ نے 1324ء یا 1325ء میں بلبل شاہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے 1326ء میں سلطان صدرالدین کا لقب اختیار کیا اور کشمیر میں مسلم سلطنت کی بنیاد رکھی۔ 1586ء میں مغل شہنشاہ اکبر نے اسے فتح کر کے مغلیہ سلطنت میں شامل کر لیا۔ 1753ء میں احمد شاہ ابدالی نے اسے افغانستان کا حصہ بنا لیا۔ 1819ء میں رنجیت سنگھ نے حملہ کر کے سکھ ریاست میں شامل کر لیا۔ سکھ تیس سال رہے۔ یہ تیس سال کا عرصہ ظلم و تشدد اور جبر و استبداد کا ایک بدترین دور تھا۔ سکھ کشمیریوں کو جانوروں سے زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے۔ انگریزوں نے گلاب سنگھ کے تعاون سے فروری 1846ء میں لاہور پر قبضہ کیا۔ اس کے بدلے میں 16 مارچ 1846ء کو ''معاہدہ امرتسر'' کے تحت انگریزوں نے 7 لاکھ کشمیریوں کو 75 لاکھ نانک شاہی میں گلاب سنگھ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ گلاب سنگھ اور اس کے خاندان کا دورِ حکومت ڈوگرا راج کہلاتا ہے۔ ڈوگرا راج کشمیر کی جدید تاریخ میں سکھوں کے بعد دوسرا تاریک ترین دور ہے جس میں ''بے گار'' کو قانونی تحفظ دے دیا گیا۔ یہ گلاب سنگھ ہی تھا جس نے انگریزوں کو 1857ء کی شکست سے بچایا۔

مسلمان وقتاً فوقتاً ڈوگرا ظلم و استبداد کے خلاف احتجاج کرتے رہے اور اس احتجاج نے 1931ء میں ایک نیا موڑ لیا اور یہ تحریک آزادی میں بدل گئی۔ 25 جون کو خانقاہِ معلیٰ میں ایک

عظیم الشان جلسہ ہو رہا تھا کہ اچانک ایک سرحدی نوجوان عبدالقدیر خان نے سٹیج پر آ کر ڈوگرا راج کے خلاف ''بغاوت کا علم'' بلند کرنے کی مسلمانانِ کشمیر کو دعوت دی۔ عبدالقدیر کو بغاوت کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ 13 جولائی کو سنٹرل جیل کے اندر مقدمے کی سماعت تھی اور بڑی تعداد میں مسلمان جیل کے باہر احتجاج کر رہے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ ایک نوجوان نے اذان دینا شروع کی تو ڈوگرا پولیس نے گولی چلا دی، وہ نوجوان گرا تو دوسرے نوجوان نے اس کی جگہ سنبھال لی۔ اذان کی تکمیل کرتے ہوئے 22 نوجوان شہید ہو گئے۔ یہ تاریخ کی منفرد اذان تھی جسے بائیس شہداء نے مکمل کیا۔ اگرچہ اس تحریک کو عارضی طور پر کچل دیا گیا مگر 1932ء میں آزادی کی تحریک کو آگے بڑھانے کے لیے مسلم کانفرنس وجود میں آ گئی۔ 1934ء کے انتخابات میں مسلم کانفرنس نے 21 میں سے 16 اور 1936ء میں 19 نشستیں جیت لیں۔ 1939ء میں شیخ عبداللہ نے غداری کے راستے کا انتخاب کر لیا اور مسلم کانفرنس دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔

1947ء میں برطانیہ نے ہندوستان کو آزادی دینے کا فیصلہ کیا تو 3 جون کے پلان کے تحت ریاستوں کے بارے میں طے پایا کہ ریاستوں کے حکمران عوام کی خواہشات کے مطابق پاکستان یا بھارت کے ساتھ الحاق کا اعلان کریں گے۔ 19 جولائی 1947ء کو مسلم کانفرنس نے پاکستان کے ساتھ الحاق کی قرارداد منظور کر لی مگر مہاراجہ ہری سنگھ نے 27 اکتوبر 1947ء کو بھارت کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا۔ الحاق کے اعلان سے بہت پہلے ہی وہ قتل و غارت شروع کروا چکا تھا۔ قبائلی نوجوان اپنے بھائیوں کی امداد کے لیے آئے اور آج کا ''آزاد کشمیر'' انہی کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔

☆قتل و غارت

کشمیریوں کی زوردار تحریک سے خوف زدہ ہو کر مہاراجہ 26- اکتوبر کو جموں بھاگ گیا اور جموں میں مسلمانوں کی نسل کشی کی خود نگرانی کرنے لگا۔ جموں پہنچنے سے پہلے ہی وہ اپنی فورسز اور بھارت سے آئے ہوئے انتہا پسند جنگجوؤں کو ہدایت دے چکا تھا کہ ''جہاں بھی پاؤ مسلمانوں کو قتل کر دو۔'' 20- اکتوبر کو مالاتنک جموں میں آٹھ ہزار مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ 22- اکتوبر کو ثنیہ (Saniya) جموں میں 14 ہزار مسلمانوں کو شہید کر ڈالا اور اکھنور پل کے قریب پندرہ ہزار مسلمانوں کو گولیوں اور تلواروں سے مار ڈالا۔ 5 اور 6 نومبر کو 100 بسوں میں سوار ہو کر پاکستان جانے والے کشمیریوں کو لوٹنے کے بعد شہید کر دیا۔ میراں صاحب اور رنبیر سنگھ پورہ میں 25 ہزار

مسلمانوں پر مشین گنوں سے گولیوں کی بارش کر دی۔ 10۔ اکتوبر 1947ء کو لندن ٹائمز نے لکھا کہ مہاراجہ کی ذاتی نگرانی میں جموں کے علاقے میں 237000 مسلمانوں کو قتل کیا جا چکا ہے۔ سٹیٹسمین کا ایڈیٹر آئن سٹیفن اپنی کتاب "Horned Moon" میں لکھتا ہے کہ 1947ء کے موسم خزاں میں دو لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کو قتل کیا گیا۔

☆1988ء کے بعد

اس قتل و غارت گری کا سلسلہ بہت کم وقت کے لیے رک پایا اور کشمیریوں کی جدو جہد بھی جاری رہی۔ دسمبر 1979ء میں روس نے افغانستان قبضہ کر لیا تو وہاں ''جہاد'' شروع ہو گیا۔ افغان مجاہدین نے روس کو ناکوں چنے چبوا دیے اور ان کی بہادری وشجاعت کی داستانیں پوری دنیا میں پھیل گئیں۔ کشمیری بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہے اور وہاں سے بھی نوجوان تربیت لینے افغانستان پہنچنا شروع ہو گئے۔ ان نوجوانوں میں سے بعض شہید ضیاء الحق رحمہ اللہ سے بھی ملے اور ان سے کشمیر میں وہی کردار ادا کرنے کی درخواست کی جو وہ افغانستان میں ادا کر رہے تھے۔ ضیاء الحق نے حوصلہ افزائی کی اور قابل اعتبار اطلاعات کے مطابق ایک پلان بھی بنا لیا۔ پلان یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ نوجوان تربیت حاصل کر لیں، عوام کو آزادی کی تحریک کے لیے اندر ہی اندر بیدار کیا جائے اور افغانستان سے فارغ ہونے کے بعد یہ تحریک اچانک سامنے لائی جائے اور اتنی زوردار ہو کہ بھارت کو گھٹنے ٹیکنے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہ مل سکے۔ کشمیریوں کی بدقسمتی کہ ضیاء الحق کو 1988ء میں شہید کر دیا گیا اور جس تحریک نے 1990ء میں شروع ہونا تھا، اسے پاکستان کے نئے حکمرانوں کی ''جہاد دشمنی'' کے خوف سے قبل از وقت ہی شروع کرنا پڑ گیا۔ نئی حکمران نے وہی کیا جس کی توقع تھی، سکھوں کی فہرستیں بھارت کو دے کر خالصتان تحریک کا گلا گھونٹ دیا۔ کشمیر کی آزادی کی تحریک میں ''خالصتان تحریک'' کا اہم کردار تھا۔ بعد میں آنے والے وزیر اعظم نے کشمیری مجاہدین کی فہرستیں بھارتی وزیر اعظم کے حوالے کیں، اور یوں ضیاء الحق شہید کا منصوبہ سبوتاژ کر کے بھارت نواز حکمرانوں نے تحریک آزادیِ کشمیر کا گلا گھونٹنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

دنیا کو 1989ء میں پتہ چلا کہ کشمیری مجاہدین مسلح جہاد کے ذریعے کشمیر کو بھارت کے جبر و استبداد سے آزاد کرانے کا پروگرام بنا چکے ہیں۔ جب کشمیری مجاہدین میدان میں نکلے تو ریاستی پولیس کی ایک خاصی تعداد بھی وردیاں پھاڑ کر مجاہدین میں شامل ہو گئی۔ بھارتی فوج کا کریک ڈاؤن شروع ہو گیا۔ کشمیریوں کے گھروں سے نقدی، زیورات اور قیمتی اشیاء لوٹی جانے لگیں۔

بھارتی فوج کے مظالم سے تنگ آ کر بڑی تعداد میں کشمیری ''آزاد کشمیر'' ہجرت کر آئے۔ انہوں نے ظلم کی جو داستانیں سنائیں وہ ایک الگ المناک باب ہے۔ ان داستانوں نے پاکستانی قوم کو بھی متحرک کر دیا اور وہ بھی ہر سال 5 فروری کو ''یوم اظہار یکجہتی کشمیر'' منانے لگی۔

1992ء میں بھارتی فوج نے آپریشن ''کیچ اینڈ کل'' شروع کر دیا۔ کشمیری نوجوانوں کو گرفتار کر کے فوراً شہید کر دیا جاتا اور ان نوجوانوں کی لاشیں سڑکوں، گلیوں اور ویرانوں میں پھینک دی جاتیں۔ 92-1991ء میں بھارتی فوج نے 21000 افراد کو شہید 23878 کو زخمی کر دیا۔ 2765 زخمی مستقل طور پر معذور ہو گئے۔ شہداء میں 254 بچے بھی شامل ہیں جو ایک ہی سکول میں زندہ جلا دیے گئے۔ جن شہداء کو ندی نالوں میں پھینکا گیا، ان میں سے 294 کی لاشیں مظفر آباد کے گرد و نواح میں دریائے جہلم سے نکالی گئیں۔ اس دوران میں 43390 افراد جیلوں میں بند کیے گئے۔ 4910 نوجوان ٹارچر سیلوں میں رکھے گئے۔ 1990ء میں 290 دن وادی میں کرفیو رہا۔ 4560 خواتین کی بے حرمتی ہوئی۔

1993ء میں پاکستان اور دیگر ممالک سے انصار مجاہدین بھی کشمیر میں داخل ہونا شروع ہو گئے، انہیں وہاں ''مہمان مجاہد'' کہا جاتا۔ ان کی آمد سے بھارتی فوجی خوف زدہ ہو گئی۔ 1994ء میں بھارتی فوج نے ''بھوت آپریشن'' کے ذریعے اہل کشمیر کو خوف زدہ کرنے کی کوشش کی۔ اس آپریشن میں بھی بڑی تعداد میں اموات ہوئیں۔ 1995ء میں بھارت مجاہدین کے اندر نقب لگانے میں کامیاب ہو گیا اور اس نے منحرف مجاہدین کا گروپ تشکیل دے لیا۔ اس گروپ میں کوکہ پرے، آزاد اور رشید خان کے نام نمایاں ہیں۔ ان لوگوں نے لوٹ مار، اغوا اور قتل و غارت کے ذریعے نہ صرف مجاہدین کو بدنام کیا بلکہ مجاہدین کو جانی طور پر بھی بہت نقصان پہنچایا۔ سیاسی میدان میں بھارت نے کشمیری غداروں سے مدد لی اور آزادی کی تحریک کو ختم کرنے کے لیے ہر ہتھکنڈا استعمال کیا۔

1998ء میں ''فدائن'' کا عنصر آزادی کی تحریک میں شامل ہو گیا۔ یہ فدائن بھارتی فوجی کیمپوں میں گھس کر کارروائی کرتے۔ دو فدائن کے مقابلے میں اوسطاً دس بھارتی فوجی مرتے اور ایک درجن زخمی ہوتے۔ بھارتی فوج فدائی حملوں سے دہشت زدہ ہو گئی اور کئی مرتبہ اپنے ہی ساتھیوں کو مار ڈالا۔ اس کے بعد 1999ء میں کرگل کا واقعہ ہوا جسے پرویز مشرف عسکری اور نواز شریف سیاسی میدان میں ہینڈل کرنے میں ناکام رہے۔ دونوں میں زیادہ قصوروار کون ہے،

یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے مگر مجاہدین کو اس سے بہت نقصان پہنچا۔

تحریک آزادی کو کچلنے کے لیے بھارت نے پبلک سیفٹی ایکٹ، ٹاڈا اور ڈسٹربڈ ایریاز ایکٹ جیسے کالے قوانین متعارف کرائے۔ ان قوانین کے ذریعے بھارتی فوج نے کشمیر کو مقتل گاہ بنا دیا۔ 2000ء میں ایک اور ظالمانہ قانون POTA آ گیا۔ اس قانون کے تحت مجاہدین سے ہمدردی رکھنے والوں کے گھروں کو تالے لگا کر دربدر کرنے اور بغیر کسی قانونی چارہ جوئی کے انہیں برسوں جیلوں میں رکھنے کا اختیار فوج کو مل گیا۔

1989ء میں بھارت نے کشمیر میں مظالم کا جو نیا سلسلہ شروع کیا، اس حوالے سے سری نگر کے شبنم قیوم صاحب اپنی کتاب ''کشمیر میں خواتین کی بے حرمتی'' میں لکھتے ہیں: ''جگ موہن کو جس آپریشن کے لیے کشمیر بھیجا گیا، اس کا نام "Kill Kashmiri and save Kashmir" رکھا گیا۔ چنانچہ اس نے عہدہ سنبھالتے ہی قتل و غارت گری کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس نے کہا تھا کہ میں کشمیر میں زخموں پر مرہم رکھنے کے لیے نرس بن کر آیا ہوں مگر عملاً اجتماعی قتل کرائے۔ اس کا استدلال تھا کہ ''میں تب تک کسی سے کوئی بات نہیں کر سکتا جب تک تمام جنگجو پکڑے یا مارے نہیں جاتے۔'' اس نے کشمیری ہندوؤں کو کشمیر سے نکال کر جموں اور دہلی بھیج دیا تاکہ مسلمانوں کے قتل عام میں آسانی رہے۔''

سری نگر کے روزنامہ ''الصفا'' میں ایک کشمیری پنڈت کے ایل کول اپنے ایک خط کے ذریعے جگ موہن کی سیاست کا راز ان الفاظ میں افشا کرتا ہے: ''کشمیری پنڈتوں کو اپنے مسلمان بھائیوں سے دور کرنے کے جو واقعات پیش آئے، یہ سب گورنر جگ موہن کی کارستانی ہے۔ ہم کو بتایا گیا کہ گورنمنٹ اجتماعی قتل کر کے کشمیری مسلمانوں کو اقلیت میں بدل کر ہمیشہ کے لیے تحریک دبا دے گی اور وادی سے باہر جانے والے ہندوؤں کے لیے مفت رہائش، راشن اور معقول ملازمتوں کا بندوبست ہوگا۔'' ایک درجن کے قریب پنڈتوں کی مشترکہ تحریر بھی شائع ہوئی جس میں مذکورہ بالا انکشاف کی توثیق کرتے ہوئے بتایا گیا کہ ''یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ مرکزی سرکار نے کشمیر میں مسلمانوں کے قتل عام کا پلان بنایا۔ 14 سے 35 سال کے نوجوانوں کو جان سے مارنا اور جسمانی طور پر انہیں ناکارہ بنانا، اس پلان کا اصل ہدف تھا۔''

جگ موہن کی ہدایت پر بھارتی فورسز کے مظالم کی گونج پورے بھارت میں سنی گئی۔ ان مظالم کا جائزہ لینے کے لیے ''کمیٹی فار انیشیٹو آن کشمیر، دہلی'' کے چار رکنی وفد نے کشمیر وادی کا

دورہ کیا۔ وفد میں مسٹر تپن بوس، مسٹر دنیش موہن، مسٹر گوتم ناولکر اور مسٹر سمن بنرجی شامل تھے۔ کمیٹی نے دورے کے بعد اپنی رپورٹ میں لکھا: ''فورسز کی اندھا دھند فائرنگ اور بڑھتی ہوئی زیادتیوں کو دیکھ کر کئی لوگوں کا کہنا ہے کہ 19 جنوری 1990ء تک ہم جنگجوؤں کے خلاف تھے مگر اب ہم ان کے پورے حمایتی ہیں۔'' 19 جنوری 1990ء کو جگ موہن نے ریاست کے گورنر کا چارج سنبھالا تھا۔ 19 جنوری کی شام سے 20 جنوری کی صبح تک حبہ کدل سری نگر میں تقریباً چار سو نوجوانوں کو گھروں سے نکال کر بدترین تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ اگلے روز کرفیو کے باوجود ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں نے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین پر اندھی فائرنگ کی گئی۔ کم از کم دو سو افراد شہید ہو گئے۔ شبنم قیوم صاحب مزید لکھتے ہیں: ''نذر آتش ہونے والی بستی میں فائر بریگیڈ والے آگ بجھانے کی کوشش کرتے تو ان پر بھی گولیاں برسائی جاتیں۔ ...... ان علاقوں میں عورتوں نے آبرو ریزی کے بارے میں جو بیانات ریکارڈ کرائے ہیں، یہ ایسے شرمناک واقعات ہیں کہ بھارت کا سر شرم سے جھک جانا چاہیے۔ عصمت دری کے ان واقعات میں حاملہ عورتوں اور کم سن بچیوں کو بھی نہ بخشا گیا...... ایک نابالغ لڑکی کی عزت اس کے باپ کے سامنے لوٹی گئی ...... اذیت خانوں میں مرنے والے نوجوانوں کی لاشیں کھیتوں اور ندی نالوں میں پائی گئیں۔ ان میں کسی کا سر تن سے جدا تھا تو کسی کا کان اور کسی کی ناک غائب تھی۔ کسی کا پیٹ چاک تھا اور کسی کے بدن پر گرم استری اور زخموں کے نشان تھے۔'' اس کتاب میں اذیت و شرمناک اجتماعی عصمت دری کے بیسیوں واقعات درج ہیں۔ بہت سوچا کہ چند واقعات نقل کر دوں تا کہ قارئین بھارتی فوج کے شرمناک کرتوتوں سے آگاہ ہو جائیں مگر ذہن نہیں مانا۔ عصمت دری کی دلخراش داستانوں کے چند جملوں ہی سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فورسز نے کیسا شرمناک کھیل کھیلا۔ 15 سالہ محمودہ بتاتی ہے کہ ''بھارتی فوج کے پانچ جوان دروازہ توڑ کر مجھ پر بھوکے جانوروں کی طرح ٹوٹ پڑے۔ کسی نے میرے کپڑے پھاڑے تو کسی نے گال نوچے اور گردن پکڑ کر نیچے گرا دیا مگر اللہ کے فضل سے میں ان کے پنجے سے نکل کر دوڑی اور برہنہ حالت میں ہی باہر چھلانگ لگا دی۔'' غلام نبی ڈار نامی کسان کی ناک اس لیے پھوڑ دی گئی کہ اس نے اپنی دو بیٹیوں کی آبرو ریزی کا منظر دیکھنے سے انکار کر دیا تھا۔ ایک سکول ٹیچر نے (شبنم قیوم کو) اپنے جسم پر لگے زخم دکھاتے ہوئے اور روتے ہوئے بتایا کہ اس کے سامنے چھ کنواری لڑکیوں کی عصمت دری کی گئی۔ بازی پورہ گاؤں کی 12 عورتوں نے پریس کے نمائندوں

کے سامنے آبروریزی کا اقرار کیا۔ (کسی خاتون کے لیے یہ اقرار بہت مشکل ہوتا ہے)

شبنم قیوم صاحب لکھتے ہیں کہ ''بازی پورہ کے ساتھ ملحقہ دیہات مثلاً پوش پورہ، بلی پورہ اور پتوشاہی وغیرہ میں ایسی کوئی خاتون نہیں جس کی عزت نہ لوٹی گئی ہو یا جس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کی گئی ہو۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق چالیس لڑکیوں کی آبروریزی کی گئی۔ پریس کے نمائندوں کے سامنے سات اور نو سال کی دو لڑکیاں پیش کی گئیں جن کے پوشیدہ اعضاء سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا اور بیس لڑکیاں ہسپتال میں داخل تھیں۔'' 16 سالہ رخسانہ نے بتایا کہ ''چار فوجی مجھے پکڑ کر دھان کے کھیت میں لے گئے۔ تین نے کس کر مجھے پیچھے سے پکڑ لیا اور چوتھے نے میرے کپڑے پھاڑ دیے......'' چھیڑ چھاڑ اور عصمت دری سے پہلے بھارتی فوجی اس قدر حیا سوز گفتگو کرتے، فقرے کستے یا حکم دیتے کہ ہمارا قلم انہیں نقل کرنے کی ہمت نہیں پاتا۔ بہت سی عورتوں نے کھڑکیوں سے چھلانگیں لگا کر عزت تو بچا لی مگر جان نہ بچا سکیں۔ بعض مزاحمت کرتے ہوئے عزت وجان دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں، اور بعض کا ذہنی توازن بگڑ گیا۔ ذرا تصور کریں کہ جن بچوں کے سامنے ان کی بہنوں اور ماؤں کی عصمت دری ہوئی ہو، ان کی ذہنی اذیت کا عالم کیا ہوگا۔ ایسے محض چند واقعات نہیں ہوئے، تعداد سینکڑوں میں ہے۔ سوپور کی ایک نابالغ لڑکی کو بھارتی فوجی دن دھاڑے اٹھا کر لے گئے۔ چند دنوں بعد جب وہ واپس آئی تو چلنے پھرنے سے معذور تھی۔ کچھ دنوں بعد وہ اپنا دماغی توازن بھی کھو بیٹھی۔

وارہ پورہ کا پندرہ سالہ دلاور خان بتاتا ہے کہ ''10 فروری 1990ء کو اپنی بہن کے ہمراہ ہائے ہامہ گیا۔ جنگل کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کئی فوجی جوانوں کے سامنے سے گزرنا پڑا جنہوں نے غلط فقرے کسے۔ ایک جگہ ایک بندوق بردار فوجی نے مجھ سے کہا: ''تمہارے پاس 'پاس' ہے؟'' میں نے پوچھا: ''وہ کیا ہوتا ہے۔'' ''میں بتاؤں وہ کیا ہوتا ہے'' یہ کہتے ہوئے اس نے میری بہن کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ میری بہن چلّانے لگی۔ فوجی جوان نے بندوق کی نال میری بہن کے سینے پر رکھ کر اسے چپ ہونے کو کہا۔ اس نے غصے سے اس کی بندوق کو جھٹکا دیا۔ ردعمل میں فوجی نے بندوق کا بٹ میرے سر پر مارا اور میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ بہن نے میرا سر اپنی گود میں رکھا تھا۔ اس کے کپڑے پھٹے اور بال بکھرے ہوئے تھے۔ وہ سسک سسک کر رو رہی تھی۔ ''اس نے تمہیں چھوا تو نہیں؟'' میں نے اس سے پوچھا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میرے منہ سے نکلا: ''کیا ہوا؟'' ''جو نہیں ہونا چاہیے تھا، وہی ہوا

بھیا! ......بس غلامی‘‘ اور اسی لمحے میں نے غلامی کے خلاف لڑنے کا فیصلہ کر لیا۔‘‘

شبنم قیوم کی کتاب پڑھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ بھارتی فوجی سرچ کے بہانے گاؤں کے مردوں کو گھروں سے نکال کر باہر درختوں سے باندھ دیتے اور گھروں میں داخل ہو کر لوٹ مار اور عصمت دری کا شرمناک کام کرتے۔ 70/70 سال کی بوڑھی عورتیں بھی ان درندوں سے نہ بچیں۔ اس کا مقصد کشمیریوں کو ذہنی اذیت دینے اور ذلیل کرنے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کشمیر میڈیا سروس کے مطابق 11226 خواتین بے حرمتی وعصمت دری کا شکار ہو چکی ہیں۔ خواتین کی عصمت دری/اجتماعی عصمت دری ظلم وسفا کی کا بدترین ہتھکنڈا ہے جو بھارتی فورسز مقبوضہ میں اختیار کیے ہوئے ہیں۔

☆ 8 جولائی 2016ء کے بعد

2001ء کے امریکی ڈرامے نے کشمیریوں کو تنہا کر دیا، لیکن انہوں نے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ تحریک کو کچلنے کے لیے بھارت کا ریاستی تشدد، کشمیریوں کی قتل وغارت اور بھارتی ایجنسیوں کی سازشیں بھی جاری رہیں، حکومتی سرپرستی میں کوکہ پرے جیسے جعلی جہادی گروپ وجود میں آئے جنہوں نے جہاد کو لوٹ مار، اغوا، ڈاکا زنی اور دہشت گردی میں بدل کر تحریک آزادی کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ 8 جولائی 2016ء کو کمانڈر برہان مظفر وانی کی شہادت نے تحریک آزادی میں ایک بار پھر جان ڈال دی اور وادیِ کشمیر کے بازاروں اور سڑکوں پر آزادی کے نعرے گونجنے لگے اور پاکستانی پرچم لہرانے لگا۔ جواب میں بھارتی فورسز بارود اگلنے لگیں، اور پیلٹ گنز کا بے رحمانہ استعمال شروع ہو گیا۔ 8 جولائی 2016ء کے بعد 31 دسمبر 2020ء تک 29141 کشمیری زخمی اور 1308 شہید ہوئے۔ پیلٹ گنز سے 10280 کشمیری زخمی ہوئے جن میں سے 150 سے زیادہ بینائی سے مکمل محروم ہو گئے۔ اس دوران میں 102 خواتین کو بے حرمت کیا گیا۔ 25928 افراد گرفتار ہوئے۔ 231 بچے یتیم جبکہ 114 خواتین بیوہ کر دی گئیں۔ 90 کو زیرِ حراست شہید کیا گیا۔ 4364 جائیدادیں نذرِ آتش کر دی گئیں۔

☆ 2019ء

2019ء کشمیریوں کے لیے بھارت کی طرف سے مزید مظالم اور پابندیاں لے کر آیا، بھارتی فوج کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ فروری میں بھارتی فوج نے فاشسٹ مودی کی ہدایت پر

پاکستان کے خلاف سرجیکل آپریشن کا بہانہ ڈھونڈنے کے لیے ایک کشمیری نوجوان کے ذریعے پلوامہ میں اپنی ہی فوج کے ایک کانوائے کو نشانہ بنا کر چالیس فوجی ہلاک کر دیے اور پاکستان پر الزامات کا طوفان اٹھا کر بھارتی فضائیہ نے بالاکوٹ کے علاقے میں سرجیکل سٹرائیک کرنے کی کوشش کی، نتیجہ دو بھارتی طیاروں کی تباہی اور ونگ کمانڈر ابھی نندن کے قیدی بننے کی شکل میں نکلا۔ بھارتی ہٹلر مودی نے اپنے الیکشن منشور پر عمل کرتے ہوئے 5-اگست کو کشمیر کی خصوصی آئینی حیثیت کے حامل آرٹیکل 370اور A-35 کوختم کر کے پوری وادی میں کرفیو لگا دیا جو تادمِ تحریر جاری ہے اور یہ دنیا کی تاریخ کا سب سے طویل کرفیو ہے، مگر عالمی برادری اور مسلم برادری دونوں نے اسے ختم کرانے کے لیے کچھ نہیں کیا۔اس دوران یعنی پانچ اگست 2019ء تا 31 دسمبر 2020ء 305 کشمیریوں کو شہید کر دیا گیا، 32دورانِ حراست شہید کیے گئے۔1625 کو تشدد سے زخمی کیا، 446پیلٹ گنز سے زخمی ہوئے،144 کی ایک یا دونوں آنکھیں زخمی ہوئیں، 14417 شہری گرفتار ہوئے، 985 جائیدادوں کو نذرِ آتش کیا گیا،96 کی بے حرمتی اور 16 کو بیوہ کر دیا گیا۔38 بچے یتیم ہوئے۔

☆ پیلٹ گنز کا استعمال

مقبوضہ کشمیر میں پہلی بار 2010ء میں پیلٹ گنز کا استعمال کیا گیا۔ اس سال 14 سالہ ارشاد احمد پرے اور 20 سالہ مدثر نذر پیلٹ گنز سے لگے زخموں کی تاب نہ لا کر شہید ہو گئے۔ 2010ء کے بعد ہر دس میں سے دو اموات پیلٹ گنز سے ہوئیں۔ 2015ء میں تو بڑے پیمانے پر پیلٹ گنز کا بے رحمانہ استعمال شروع ہو گیا۔ یاد رہے کہ دنیا میں انسانوں کے خلاف پیلٹ گنز کا استعمال مقبوضہ کشمیر کے علاوہ کہیں نہیں ہو رہا، دنیا بھر میں اس کا استعمال شکار کے لیے کیا جاتا ہے۔ 2018ء میں اس وقت کی مقبوضہ کشمیر کی وزیر اعلیٰ محبوبہ مفتی نے ریاستی اسمبلی میں بتایا کہ جولائی 2016ء سے فروری 2017ء تک 6221 کشمیری پیلٹ گنز سے زخمی ہو چکے ہیں جبکہ 782 کی آنکھیں زخمی ہوئی ہیں۔اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کمیشن پیلٹ گنز کو خطرناک ترین ہتھیار قرار دے چکا ہے جو مقبوضہ کشمیر میں استعمال ہو رہا ہے۔اب تک 10500 سے زیادہ نوجوان، خواتین اور بچے اس کا شکار بنے اور سینکڑوں بینائی سے محروم کر دیے گئے۔کم و بیش تین ہزار کی آنکھیں متاثر ہوئیں۔حباء دو سال سے بھی کم عمر ہے، وہ آہنی چھروں کی سب سے کم سن شکار ہے۔حباء کے چہرے پر اس وقت چھرے لگے جب وہ اپنے گھر میں کھیل رہی تھی۔

خواجہ محمد اسلم (امیر تحریک رحمت)

فلسفۂ ھدایت

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾

(اے ہمارے رب!) ہماری رہبری فرما سیدھی راہ کی طرف۔

دوسرے لفظوں میں، (اے ہمارے رب!) فِطری و پائیدار اور حسین و راست شاہراہ پر چلنے اور اپنی منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے ہماری رہبری فرما۔

ھدایت: مادہ ھ د ی۔

ھَداہُ کے معنی ہیں: اُس نے راہ دکھائی یا اُس کی راہنمائی کی؛

اُس نے اُسے ٹھیک راہ دکھائی، یا اُسے درست سمت و راہ پر لگا دیا۔ (قاموس، تاج العروس)

ھَدِیَّۃً: تحفہ، سوغات یا ارمغان جو کسی شخص کو دوستی یا احترام کی علامت کے طور پر دیا جاتا ہے (المصباح) اَلْھِدَایَۃُ کے اصل معنی لطف و کرم کے ساتھ کسی کی راہنمائی کرنے کے ہیں اور اسی سے ھَدِیَّۃٌ ہے، جس کے معنی اُس تحفے کے ہیں جو بغیر معاوضہ دیا جائے۔ (المفردات)

اَلْھُدٰی: القرآن (بیضاوی)

ہدایت کی ضِد ضلالت اور مترادف رُشد ہے۔

ہدایت ایک اہم قُرآنی اِصطلاح ہے جس کا مطلب انسان کی آخری منزل یعنی جنت اور آخری تمنا یعنی اِلٰہِ جمیل کی حسین شاہراہ کو پانا ہے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری الہامی کتاب، قرآنِ حکیم کو "الھدیٰ" سے تعبیر کیا ہے۔ (البقرۃ ۲:۱۸۵) جو متقیوں یعنی اہلِ آرزو و خشیت پر جنت کو لے جانے والی حسین شاہراہ کھول دیتا ہے۔

ہدایت صرف وہی ہے جو قرآنِ حکیم دیتا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ط﴾ (البقرۃ ۲:۱۲۰)

"(اے نبیؐ!) کہہ دیجیے کہ اللہ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے۔"

یاد رہے کہ قرآنِ حکیم کے علاوہ کوئی اور ہدایت حقیقت میں ہدایت نہیں، کیونکہ وہ انسان کو

صراطِ مستقیم دکھاتی ہے نہ اُسے اس کی آخری منزلِ مقصود تک پہنچاتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی جنتِ قرۃ العین اور انسان کا حُسنُ المآب ہے۔ حُسنُ المآب کی قُرآنی اصطلاح کا مطلب: حسن وسرور سے معمور ابدی گھر، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے صالح بندوں کے لیے بنایا ہے۔

ہدایت کی چار اقسام ہیں

اوّل: وہ ہدایت جو خالقِ کائنات نے عقل و ذہانت اور علم وفن عطا کر کے انسان کو ودیعت کی ہے۔ کائنات میں موجود ہر جاندار شے کو حسبِ ضرورت اس سے حِصّہ ملا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰیO﴾ (طٰہٰ ۲۰ : ۵۰)

اُس نے جواب دیا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شے کو اُس کی خِلقت عطا کی، پھر اُسے زندگی کی راہ سوجھائی۔ (یہ فِطری ہدایت ہے، جِسے جدید نفسیات کی اِصطلاح میں جبلّت سے تعبیر کر سکتے ہیں)

[مثال: چوزہ جب انڈے سے نکلتا ہے تو فوراً زمین سے اناج کے دانے کو پہچان کر چگنے لگتا ہے، کسی کنکر کو نہیں کھاتا۔ بچہ انسان کا ہو یا جانور کا پیدائش کے فوراً بعد دودھ چوسنے لگ جاتا ہے (Sucking of milk) حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ Suck کرنا انتہائی ٹیکنیکل کام ہے]۔ اِسے موضوعی (Subjective) ہدایت کہتے ہیں۔

دوم: دوسری قسم معروضی (Objective) ہدایت ہے، جس سے اللہ جلّ شأنہٗ نے اپنے نبی و رسول علیہم السلام مبعوث فرما کر اور اپنی کتابیں نازل کر کے جملہ افرادِ نسلِ انسانی کو راہِ رشد و فلاح دکھائی۔ اِرشاد ہوتا ہے:

﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَكِّیْكُمْ وَیُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَO﴾

(البقرۃ ۲: ۱۵۱)

(چنانچہ اپنی نعمت کو پورا کرنے کے لیے) ہم نے تمہی میں سے تُم میں اپنا رسول بھیجا ہے۔ وہ تمہیں ہماری آیات سناتا ہے اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے؛ اور تمہیں الکتاب (یعنی قُرآنِ حکیم، جو کتابِ ہدایت ہے) کی تعلیم دیتا ہے؛ اور حکمت سکھاتا ہے، یعنی قُرآنِ حکیم کی ہدایات و تعلیمات کے مطابق دانشمندانہ طور پر

حیاتِ طیبہ بسر کرنے کا طریقہ سکھاتا ہے؛ اور تمہیں وہ علوم وفنون سکھاتا ہے، جن سے تم پہلے ناآشنا تھے۔

سوم: یہ ہدایتِ خاص ہے، جو ہدایت یافتہ لوگوں کو عطا کی جاتی ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ O﴾ (مُحمّد ٤٧: ١٧)

وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پائی، اللہ اُن کو اور زیادہ ہدایت عطا کرتا ہے اور اُن کے تقویٰ کو زیادہ کرتا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط﴾ (العنکبوت ٢٩:٦٩)

اور جو لوگ ہماری راہ میں جِدُّ وجُہد کرتے ہیں ہم انہیں (زندگی کے ہر گوشے میں کامیابی کے) راستے دکھاتے ہیں، یعنی نئے راستوں کی طرف ہدایت کرتے ہیں۔

﴿وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ط﴾ (مریم ١٩: ٧٦)

اور جو لوگ ہدایت پر ہیں اللہ اُن کو مزید ہدایت سے نوازتا رہتا ہے، یعنی دین کے مزید گوشے اُن پر کھولتا رہتا ہے۔

چہارم: چوتھی قسم کی ہدایت سے آخرت میں جنت کی طرف رہنمائی مراد ہے۔ ربِّ کریم نے فرمایا:

﴿سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ O وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ O﴾

(محمد ٤٧ : ٥ ، ٦)

وہ انہیں جنت کی راہ کی طرف ہدایت دے گا اور اُن کے حال کی اِصلاح یعنی تزکیہ کرے گا، اور اُن کو جنّت میں داخل کرے گا جس کی وہ اُن کو پہچان کرا چکا ہے۔

﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا لِهٰذَا قف وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ ج﴾ (الاعراف ٧: ٤٣)

وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں یہاں کا راستہ دکھایا، اگر اللہ ہمیں اس راستے کی طرف ہدایت نہ دیتا تو ہم یہ راستہ نہ پاسکتے۔

ہم معلوم کر چکے ہیں کہ ہدایت دو قسم کی ہے، ایک موضوعی یعنی داخلی دوسری معروضی یعنی خارجی۔ انسان و حیوان کے تعلق سے بھی اس کی دو قسمیں ہیں۔ حیوانوں کی ہدایت موضوعی،

دنیوی ہوتی ہے، بخلاف اس کے انسانوں کی ہدایت موضوعی و معروضی بھی ہے اور دنیوی و اُخروی بھی۔ وجہ یہ ہے کہ انسانوں نے مر کر قیامت کے روز پھر زندہ ہونا ہے، اپنے اعمال کا حساب دینا اور اُن کے حسن و قبح کے مطابق اصل زندگی جنّت قُرَّۃُ العین میں کرنا ہے یا جہنّم شرالمآب میں۔

یہ حقیقت ہمہ وقت پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ ہدایت صرف متقیوں کو ملتی ہے:

﴿هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ۝﴾ (البقرۃ ۲:۲)

(قرآن حکیم) متقیوں کے لیے ہدایت ہے۔

اور مُتّقی وہ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا قرب و رضوان حاصل کرنے کی خاطر اُس کی حسین راہِ راست کو معلوم کرنے اور اُس پر ہمیشہ چلنے کی آرزو و جستجو رکھتے ہیں اور اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں وہ شیطان کی وسوسہ اندازی اور جمالیاتی فریب کاری میں مُبتلا ہو کر اِس راہ کو گم نہ کر دیں۔ اصل یہ ہے کہ ہدایت یافتہ لوگ ہی ربِّ رحمٰن کے منظورِ نظر اور انعام یافتہ بندے ہوتے ہیں۔ چنانچہ اِرشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَهَدَيۡنٰهُمۡ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا ۝ وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓـئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ‌ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓـئِكَ رَفِيۡقًا ۝ ذٰ لِكَ الۡـفَضۡلُ مِنَ اللّٰهِ‌ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيۡمًا۝﴾ (البقرۃ ۲: ۱۵۱)

اور ہم یقیناً اُن کی رہنمائی کرتے ہیں حسین راہِ راست کی طرف۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے قوانین و احکام اور ہدایت و تعلیمات پر عمل کرتے ہیں اور اُس کے پیغمبرؐ کی اِطاعت، یعنی آپؐ کی سُنّتِ حسنہ کا اِتباع کرتے ہیں، سو یہی ہیں جو اُن برگزیدہ ہستیوں کے ساتھ ہوں گے، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اِنعام و اکرام سے نوازا ہے، اور وہ ہیں: انبیآ، صدیقین، شہداء، صالحین؛ اور یہ بڑے ہی حسین اور پیارے رفیق و ہمسفر ہیں۔ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ (انسان کے احوال و ظروف، اعمال اور اُن کے نتائج و عواقب کا) علم رکھنے کے لیے کافی ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر ہدایت یافتہ لوگوں یعنی انبیآء، صدیقین، شہدا اور صالحین کی مختصراً تشریح کی جائے:

انبیآء: وہ سفارت جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اور اُس کے بندوں کے درمیان اُن کے دنیوی و اخروی امور میں خرابیوں کو دور کرنے کے لیے جاری ہوئی تھی، نبوّت کہلاتی ہے۔ (یہ اب ہمیشہ کے لیے بند ہوچکی ہے)۔اور نبی کو نبی اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اُن باتوں کی خبر دیتا ہے جن پر عقولِ سلیم مطمئن ہوتی ہیں، نیز وہ لوگوں تک اللہ تعالیٰ کی خبریں پہنچانے والا ہوتا ہے:

﴿نَبِّئۡ عِبَادِیۡۤ اَنِّیۡۤ اَنَا الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ O﴾ (الحجر ۱۵:۴۹)

(اے نبیؐ!) میرے بندوں کو خبر سنا دو کہ میں مغفرت کرنے والا بے حد اور بار بار معاف کرنے والا ہوں۔

﴿لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ وَاَنۡزَلۡنَا مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ O﴾ (الحدید ۲۵:۵۷)

”ہم نے رسولوں کو واضح نشانات دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب نازل کی۔“

صِدّیق: (مادہ ص د ق)۔انسان کے قول وفعل کی مُکمّل ہم آہنگی، حُسنِ نیّت وعمل اور کِذب و باطل سے طبعًا نفرت کرنے کو صِدق کہتے ہیں۔صدیق کے معنی ہیں: طبعاً سچ بولنے والا، جس نے کبھی جھوٹ نہ بولا ہو۔دوسرے لفظوں میں سچ کا اس قدر خُوگر ہو کہ اس سے جھوٹ کا اِمکان ہی نہ ہو؛ نیز جو اپنے قول و اعتقاد میں سچّا ہو اور سچائی کی تصدیق اپنے عمل سے بھی کر دکھائے:

﴿مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ رِجَالٌ صَدَقُوۡا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیۡهِ O﴾

(الاحزاب ۳۳: ۲۳)

”مومنوں میں وہ (صِدّیق) لوگ جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو اپنے عمل سے سچّا کر دکھایا۔“

شُهَدَآء: اَلشُّهُوۡد کے معنی کسی چیز کے مشاہدہ کرنے کے ہیں اور شُهِدَ کا مطلب ہے: موجود ہونا، حاضر ہونا۔ شَهَادةٌ کے معنی ہیں: کسی کو جو کچھ معلوم ہو (بصر یا بصیرت کی بِنا پر) اُسے ٹھیک ٹھیک اور بے کم و کاست بیان کر دینا اور کِتمانِ حق نہ کرنا۔ ایسا کرنے والے کو شاہد یا شہید کہتے ہیں۔شہید اُس راسخ العلم مردِ حق کو بھی کہتے ہیں جو جان پر کھیل کر حق کی شہادت دے:

﴿وَلَا یَاۡبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوۡا ط﴾ (البقرة ۲: ۲۸۲)

''اور جب بطور گواہ طلب کیے جائیں تو وہ گواہی دینے سے انکار نہ کریں۔''

علم حاصل کر کے دوسروں کو سکھانے یا پہنچانے والے کو بھی شہید کہتے ہیں۔

صالحین: (مادہ ص ل ح)۔ الصَّلاحُ درست، منظّم اور بالترتیب کو کہتے ہیں۔ قرآنِ حکیم میں یہ لفظ کبھی فساد کی ضِد اور کبھی سَيِّئَة کے مقابلے میں استعمال ہوا ہے۔

معاشرے سے فتنہ وفساد، ظلم وستم، مشرکانہ عقائد ورسوم اور مخاصمت وتعصّبات کو دور کر کے امن وسلامتی اور توازن وہم آہنگی قائم کرنے کی کوشش کرنے والے کو قرآنِ حکیم صالح سے تعبیر کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ۝﴾ (البقرۃ: ۱۱)

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ زمین (یعنی دنیا یا ملک) میں فساد نہ کرو، یعنی خرابی یا بدنظمی پیدا نہ کرو، تو کہتے ہیں کہ ہم تو احوال وظروف کی اِصلاح کرنے یا ہیئتِ اجتماعیہ میں توازن پیدا کرنے والے ہیں۔

قرآنِ حکیم کی رو سے ایسے ہی ہدایت یافتہ لوگوں پر خالقِ کائنات اپنے انعامات کی ارزانی فرماتا ہے اور اُن کی صحبت کو حسین رفاقت سے تعبیر کرتا ہے۔ یہی لوگ عباد الرحمٰن ہیں۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ حق کا انکار کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ۝﴾ (الزّمر ۳:۳۹)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ (دین کی) تکذیب کرنے والے منکرانِ حق کی صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی نہیں کرتا۔

M. Zafar Sons

To feel good is to look good

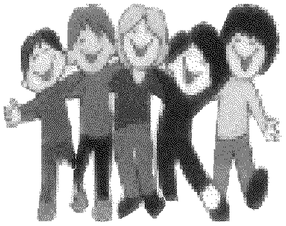

Ready made Garments
Specialist in School Uniform

24-E, Main Market, Gulberg II, Lahore.
Tel: 35755208-35712950
Fax: 042-35712950
E-mail: mzafarsons@hotmail.com

ریٹائرڈ لیفٹیننٹ کرنل عابد حسین عابد مرحوم

انسان عذاب کو خود دعوت دیتا ہے

اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق خصوصاً انسان سے اتنی زیادہ محبت ہے کہ اِس کا تصوّر کرنا بھی محال ہے۔ ہر نوع کی جملہ ماؤں کی مامتا ربِ رحمٰن کی محبت کے مقابلے میں اتنی ہے جتنا بحرِ بےکراں کے مقابلے میں قطرہ ہو۔ 'اُس' کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ اپنے جمالیاتی تخلیقی شاہکاروں کو عذاب دیتا ہے، اُس کی صفتِ رحیمی کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔ ہم سے کمال محبت کرنے والا ہمارا ربّ کسی کو عذاب دینا پسند نہیں کرتا؛ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ انسان کے عذاب کا محرک و فاعل ہے۔

'اُس' کی طرف سے عذاب اُس کے قانونِ مُکافاتِ عمل (Law of Retribution) کی وجہ سے ہے، جس کا معنیٰ ہے جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ صاحب ارادہ واختیار انسان جب کفر، شرک، ظلم اور دیگر اعمالِ سُو (Evil/ugly deeds) اپنی مرضی سے کرتا ہے، تو قانونِ مُکافات کے مطابق اپنی عطا کردہ حسین، شیریں، دلکش اور طیب زندگی کو اُس کے حُسن وسرور اور لذّت وشیرینی سے محروم ہو کر دنیا میں افسردگی، حزن وملال، غمگینی، مایوسی اور نا اُمیدی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ نفسی کیفیت کسی عذاب سے کم نہیں۔ یہی آتش کدہ آخرت میں اندرونی اور بیرونی شکل اختیار کرے گا جسے قرآنِ مجید ''النّار'' جہنم یا 'سقر' سے تعبیر کرتا ہے۔ یہ انسان کی اپنے ہی ہاتھوں کی کمائی اور اس کا اپنا ہی کیا دھرا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو کسی سے رائی برابر بھی ظلم نہیں کرتا (النّسآء۴: ۴۰؛ ۴۹؛ ۷۷؛ الاسراء ۱۷: ۷۱)

یاد رکھیے کہ انسان کو ارادہ واختیار اور فکر وعمل کی آزادی مشروط ہے؛ قانونِ مکافات کے مطابق ان کے نتائج واثرات بھگتنے کی مجبوری اُس کی تقدیر ہے۔

ذرا غور سے بار بار پڑھیے:

''اگر تم شکر کرو گے، یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، مثلاً دینِ اسلام، قرآن کریم، سنّتِ حسنہ، حسّی، قلبی اور نفسی قوّتوں اور صلاحیتوں وغیرہ کی قدر کرو گے، ان سے مقدور بھر خود بھی مادّی و معنوی استفادہ کرو گے، نیز دوسروں کو بھی مستفید ہونے کی ترغیب دو گے، تو اللہ تعالیٰ کو کیا پڑی

ہے (Why should He) کہ تمھیں عذاب دے۔ اللہ تعالیٰ تو ہے ہی نہایت قدر دان، اور علمِ کُلّی رکھنے والا۔ (النّساء۴:۱۴۷)

اللہ سُبحانہ، و تعالیٰ انسان سے بے پایاں محبت و شفقت کرنے اور اُسے اپنی رحمت و مغفرت اور دُنیوی و اُخروی حسنہ سے نوازنے والا پروردگار ہے۔ اللہ جس نے رحمت کو خود پر لازم کر رکھا ہے (الانعام ۶:۱۲)، اُس کی رحمت ہر شے کو محیط ہے۔ لہٰذا وہ کسی شخص کو عذاب دے کر کیسے خوش ہوسکتا ہے۔ یہ انسان ہی ہے جو خود اپنے اُوپر ظلم کرتا اور اپنے بداعمال سے اپنے آپ کو خوف وحزن اور نارِ جہنم کا مستحق بناتا ہے۔ بلکہ جب انسان کبیرہ گناہ کررہا ہوتا ہے تو اُس کا کمال محبت کرنے والا ربّ اس وقت اس پر بہت ناراضگی اور غصّے کا اظہار کررہا ہوتا ہے۔ (المومنون۴۰:۱۰)

انسان اُس کی نگاہِ لُطف وکرم اور رحمت و اِحسان کا مرکز ہے۔ دوستو آیئے اپنے مقام کی عظمت سے آگاہی حاصل کریں اور اپنے اس تعلق کو خوب تر بنائیں۔ اُس کے قرب و رضوان اور اُس کی ہم نظری و ہمکلامی حاصل کرنے کے لیے مؤمن، متقی، مخلص، مُطہّر اور مجاہد بن جائیں۔ اُس کی رضا اور منشا جاننے اور حاصل کرنے کے لیے قرآن حکیم میں غور وفکر کریں۔ اُس کے قوانین و احکام اور ہدایات وتعلیمات پر عمل کریں، جس کا احسن و اکمل نمونہ آپ ﷺ کی حیاتِ طیّبہ اور اُسوۂ حسنہ ہے۔ لیکن صاحبو، یہ اُسی وقت ممکن ہے جب تم اپنی خواہشوں کو اُس کی رضا اور منشا کے تابع کردو گے۔ (التکویر29:81)

آپ سے کمال محبت کرنے والے ربّ کی منشا اور رضا یہ ہے کہ حسنِ ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے آپ اپنی ذات کے نُور کی تکمیل کریں، حیات طیّبہ بسر کریں، صراطِ مستقیم پر چلتے ہوئے اپنی آخری منزلِ مقصود (جنّت) میں پہنچیں جو آپ کے محبوبِ حقیقی سے ملاقات کی جگہ ہے۔ آپ کو وہاں اپنے ربّ کے قُرب وحضور، رضوان و دوستی اور ہم نظری و ہمکلامی کی بے انتہا اور لافانی مسرت حاصل ہوگی، جو اُس کے فضل وکرم اور آپ کے اعمال کا اعلیٰ ترین انعام ہوگا۔ ورنہ یاد رہے بداعمال کے نتیجے میں جہنم سفرِ حیات کی تکلیف دہ اور المناک آخری منزل ہوگی۔ اس کا انحصار آپ کی سوچ اور قول وفعل کی حسین وبدکیفیت اور نتائج پر ہے۔

اے اللہ! ہم تو تیری ہی رضا کے لیے کام کرتے رہیں گے، حتّٰی کہ تُو راضی ہو جائے۔

☆......☆......☆

ملک احمد سرور

حاصل مطالعہ

مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم اور بھارت کے کئی دیگر نومسلموں کی رودادوں میں ایک کتاب ''تحفۃ الہند'' کا بار بار ذکر پڑھا تو اس کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا۔ لائبریری میں جا کر کتاب نکلوائی مگر وہاں بیٹھ کر اسے پڑھنا مشکل تھا کہ کتاب کی زبان کافی نامانوس تھی، اس لیے فوٹو کاپی کروائی کہ گھر میں بیٹھ کر اس کا آرام سے مطالعہ کر سکوں۔ جو مطالعہ کیا تو بلاشبہ اسے نہایت معلوماتی اور دلچسپ پایا۔ یہ کتاب ایک نومسلم مولانا عبیداللہ (سابق نام انت رام) نے لکھی ہے۔ کتاب سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

☆ ہندو عقیدے میں ''اپنا دھرم''

تحفۃ الہند کے مصنف مولانا عبیداللہ مرحوم لکھتے ہیں: اکثر ہندوؤں کو یہ کہتے سنا ہے کہ اپنا دھرم اگرچہ رائی سمان (رائی کے دانہ کے برابر) ہو اور دوسرے کا دھرم پربت سمان یعنی پہاڑ کے برابر ہو تب بھی اپنا دھرم نہیں چھوڑنا چاہیے۔ تعجب ہے کہ یہ قاعدہ و اصول صرف دین اور دھرم کے بارے میں اختیار کیا جاتا ہے مگر دنیا کے اکثر کاموں میں بزرگوں کی پیروی کا خیال نہیں کیا جاتا مثلاً اگر کسی کے باپ اور دادا مفلس، خوار، محتاج اور گمنام ہوتے ہیں تو اولاد کو ہرگز یہ خیال نہیں ہوتا کہ ان کی متابعت میں دولت مندی اور نام و نمود کی خواہش نہ کریں بلکہ جس طرح بھی بن پڑتا ہے مال و دولت کے حصول میں نہایت محنت اور کوشش کرتے ہیں اور دین کے معاملہ میں ہر چند کہ اپنے مذہب کا ناحق ہونا اور دین اسلام کا برحق ہونا سورج کی طرح روشن ہو جاتا ہے مگر اس وقت اپنے بزرگوں کی پیروی کا جھوٹا عذر پیش کر دیتے ہیں۔

☆ ہندوؤں کا عقیدۂ تثلیث

اس کتاب کے مطالعہ سے پہلے میرے علم کے مطابق صرف عیسائی ہی عقیدۂ تثلیث رکھتے تھے مگر اس کتاب کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ ہندوؤں میں بھی عقیدۂ تثلیث پایا جاتا ہے۔ مولانا عبیداللہ مرحوم لکھتے ہیں: ''خدا روح کی جہت سے برہما کی صورت میں ظاہر ہو کر خلقت کو پیدا کرتا ہے اور ست کی جہت سے بشن (وشنو دیوتا) کی صورت میں ظاہر ہو کر خلقت کو پالتا ہے

اورتم کے رو سے مہادیو کی صورت میں ظاہر ہو کر خلقت کو فنا کرتا ہے، تو گویا برہما، بشن اور مہادیو (بقول ہندوؤں کے) یہ تینوں دیوتا خدا کے مظہر اور نائب خدا ہیں یعنی ایک خدا میں تین خدا جو حاکم ومختار ساری دنیا کے ہیں۔''

☆ برہما، بشن اور مہادیو کے کرتوت

مولانا عبیداللہ مرحوم لکھتے ہیں: ''مہا بھارت میں لکھا ہے کہ اتری منی کی بیوی بہت نیک تھی۔ برہما، بشن اور مہادیو تینوں اس کی عصمت میں رخنہ ڈالنے کے لیے اس کے دروازہ پر بھیک مانگنے گئے۔ وہ بے چاری بھیک دینے باہر آئی تو وہ کہنے لگے: ''ہم کیا بھوکے ہیں کہ ایسی بھیک لیں گے، ہاں اگر ہم کو اپنے گھر کے اندر لے کر جا کر اور ننگی ہو کر کھانا کھلائے تو پھر ہم ٹھہرتے ہیں۔'' وہ بے چاری اپنے خصم سے اجازت لے کر تینوں کو اپنے گھر میں لے گئی۔ جب کھانا کھلانے لگی تو اس نے ان کے بدن پر پانی چھڑکا، وہ تینوں چھوٹے لڑکے بن گئے۔'' (مولانا عبیداللہ پوچھتے ہیں: بھلا کیا ایسے شہوت پرست خدا یا خدا کے نائب اور امور دنیا کے مالک ہو سکتے ہیں؟)

☆ گنیش دیوتا کی پیدائش

ایک مرتبہ مہادیو کی بیوی پاربتی ابٹن مل کر نہانے لگی۔ اس نے اپنے بدن کے میل سے ایک بیٹا بنایا اور اس کا نام گنیش رکھا۔ گنیش کو اس نے گھر کے دروازہ پر بٹھایا تا کہ کسی کو اندر نہ جانے دے۔ اتنے میں مہادیو باہر سے آ گئے۔ گنیش نے ان کو اندر جانے سے منع کیا تو مہادیو نے خفا ہو کر اس کا سر کاٹ کر دور پھینک دیا۔ پاربتی اس کے غم میں بہت روئی اور اصرار کرنے لگی کہ اس کو زندہ کرو۔ مہادیو نے ہر چند اس کے سر کو تلاش کیا مگر کہیں نہ ملا، ناچار ایک ہاتھی کا سر کاٹ کر گنیش کے جسم سے ملا کر زندہ کر دیا اور اس کو یہ انعام دیا (یعنی اعزاز بخشا) کہ جو شخص بھی کوئی کام کرے پہلے تیرا نام (یعنی گنیش کا نام) لے اور جو کوئی کسی دیوتا کی پوجا کرے پہلے تیری پوجا کرے تب اس کی وہ پوجا قبول ہوگی۔

☆ اوتاروں کی حقیقت

ہندوؤں کی مذہبی کتب میں لکھا ہے کہ جب کوئی شخص باغی اور متکبر ہو کر سرکشی کرتا ہے اور اس طرح دیوتاؤں کو تکلیف دیتا ہے تو خدا تعالیٰ ایک شکل اختیار کر لیتا ہے، یعنی ایک جسم میں اترتا ہے، اس واسطے اس کو اوتار کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک خدا تعالیٰ نے چوبیس مرتبہ جسم اختیار

کیا۔ان چوبیس میں سے دس کو بہت اشرف سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان میں سے چار اوتار ''ست جگ'' کے زمانہ میں ہوئے ہیں (ہندوؤں کے ہاں زمانے کے چار ادوار ہیں: ست جگ، ترتیا جگ، دواپر جگ اور کل جگ) پہلا مچھ اوتار ہے۔ کہتے ہیں کہ سنگھار سرویت برہما کے چاروں ویدوں (ہندو عقیدہ کے مطابق برہما پر نازل ہونے والی چار مذہبی کتابیں) کو چرا کر نگل گیا اور سمندر میں غائب ہو گیا۔ برہما نے مجبور ہو کر بھگوان سے عرض کیا۔ بھگوان نے مچھلی کی صورت اختیار کر کے سمندر کی تہہ میں جا کر سنگھار سرویت کو مار کر ویدوں کو اس کے پیٹ سے نکال کر برہما کے حوالہ کیا۔ دوسرا کچھ اوتار ہے، کہتے ہیں کہ دیوتاؤں نے چودہ رتن نکالنے کے لیے چاہا کہ سمندر کو دہی کی طرح بلو دیں۔ مندر اچل پہاڑ کی رائی اور باسک ناگ (ایک ہندو دیوتا) کی اس میں رسی ڈال کر سمندر کو بلونے لگے۔ مندر اچل پہاڑ جو بہت گراں (بھاری) تھا پاتال (تحت الثریٰ) کو جانے لگا۔ اس کو سنبھال نہ سکے لاچار ہو کر بھگوان سے عرض کیا۔ بھگوان نے خود کچھوے کی صورت اختیار کر کے اس پہاڑ کے نیچے اپنی پیٹھ رکھی، تب دیوتاؤں نے حسب دل خواہ چودہ رتن سمندر سے نکالے اور وہ چودہ رتن یہی ہیں (۱) انبرت یعنی آب حیات (۲) ہلاہل یعنی زہر (۳) مدھرا یعنی شراب (۴) لچھمی یعنی بشن کی بیوی (۵) کام دہین گائے (۶) ست مکھی یعنی سات منہ والا گھوڑا، سورج کی سواری کا (۷) چندرما یعنی چاند رنبھا پاتر یعنی ناچنے والی عورت جو اندر کے آگے مجرا کرتی ہے (۸) کلپ برچھ یعنی درخت جو سرگ (سورگ) میں ہے (۹) کوستت متی یعنی جواہر دہتتر (۱۰) بید نام طبیب کا ہے (۱۱) ایراپت نام فیل (۱۲) دھنک یعنی کمان جو بشن کے ہاتھ میں ہے (۱۳) سنکھ جو ہندو پوجا میں بجاتے ہیں۔ تیسرا باراہ اوتار کہتے ہیں کہ ایک دیت (دیو) ساری زمین کو مع ساکنان زمین کے بوریہ کی طرح لپیٹ کر پاتال (تحت الثریٰ) کو لے گیا۔ بھگوان خوک (مینڈک) کی صورت اختیار کرے پاتال میں جا کر اس دیت کو مار کر زمین کو اس کے ہاتھ سے چھڑا لایا۔ چوتھا نرسنگھ اوتار: کہتے ہیں کہ ہرن کسب دیت نے لوگوں سے کہا تم میری عبادت کرو۔ پرہلاد اس کا بیٹا خدا پرست تھا۔ ہرن کسب نے لوہے کا ستون آگ میں سرخ کر کے ارادہ کیا کہ پرہلاد کو اس سے باندھے۔ بھگوان نے اسی وقت ایسے جانور کی شکل پر کہ آدھا اگلا بدن اس کا شیر کا اور آدھا پچھلا بدن اس کا انسان کا تھا ظاہر ہو کر ہرن کسب کو ہلاک کیا۔ کہتے ہیں کہ تین اوتار ترتیا جگ میں ہوئے ہیں۔ پہلا باون اوتار۔ کہتے ہیں کہ بھگوان نے دیوتاؤں کے التماس کے بموجب باون انگلی کے برابر جسم اختیار کر کے راجہ بل

کو جو بہت عادل اور خوش خصال تھا چھل یعنی مکر کے ساتھ سلطنت سے خارج کیا۔ چنانچہ اس چھل یعنی مکر کو بھگوان کے مناقب میں داخل کرتے ہیں۔ دوسرا پرس رام اوتار، کہتے ہیں کہ راجہ ''سہسر باہو'' (جس کے ایک ہزار ہاتھ بتلائے جاتے ہیں) چھتری نے جمدگن برہمن کو جو پرسرام کا باپ تھا اور خود اس کا ہم زلف بھی تھا، قتل کر دیا۔ بھگوان اس کا بدلہ لینے کو جمدگن کے گھر پیدا ہوا تھا۔ ایک تیر ہاتھ میں لے کر ایک خون کے بدلے سارے جہان کے چھتریوں کو قتل کر ڈالا اور چھتریوں کا تخم جہان میں نہ چھوڑا۔ ان مقتولوں کی عورتوں سے برہمنوں نے جماع کیا۔ ان سے جو اولاد ہوئی اب کھتری اور چھتری کہلاتی ہے۔ تیسرا رام چندر اوتار: جو راون دیو کے قتل کے لیے راجہ دسرتھ (رام چندر کے باپ کا نام) کے گھر پیدا ہوا۔ رام چندر کی بیوی سیتا کو راون دیو پکڑ کر لے گیا۔ رام چندر نے ہنومان کی مدد سے اس کو ہلاک کیا اور اپنی بیوی کو چھڑا لیا۔ بالمیک کی راماین میں لکھا ہے کہ ان کی بہن شورپ نکھار (شورپ چھاج کو کہتے ہیں، اس عورت کے ناخن چھاج کے برابر بتائے جاتے ہیں) نے رام چندر سے اپنا بیاہ کرنا چاہا۔ رام چندر نے کہا کہ میرا بیاہ ہو گیا ہے، میرے بھائی لچھمن کا نہیں ہوا، تو اس کے پاس جا حالانکہ لچھمن کا بیاہ بھی ہو چکا تھا اور مخفی طور پر کہلا بھیجا کہ تو اس عورت کے ناک کان کاٹ لے۔ لچھمن نے ایسا ہی کیا۔ کہتے ہیں کہ اس سبب سے راون اور رام چندر میں فساد برپا ہوا تھا اور لکھا ہے کہ رام چندر نے عوام الناس اور برہمنوں کو قتل کیا اور اپنی بیوی کو راون سے چھڑا کر پھر اپنے گھر میں داخل کیا۔ وہ اس سبب سے ایسا ناپاک ٹھہرا کہ اجودھیا (بھارت میں ایک شہر کا نام ہے جہاں بابری مسجد کو شہید کیا گیا) کے لوگ اس سے پرہیز کرنے لگے۔ دو اوتار دواپر جگ میں ہوئے۔ پہلا کرشن اوتار: کہتے ہیں کہ بھگوان نے کنس نام شخص کے قتل کے واسطے متھرا کے راجہ باسدیو (کنھیا کے والد کا نام) کے گھر دیو (کنھیا کی ماں کا نام) کے پیٹ سے کہ کنس کی چچیری بہن تھی تولد ہو کر کنس کو قتل کیا اور متھرا کی حکومت راجہ اگرسین کو دی۔ اس اوتار نے عورتوں سے بہت ہنسی کھیل کیا (بھگوت باب اول میں ہے کہ نہاتی عورتوں کو غافل پا کر شری کرشن ان کے کپڑے اٹھا کر درخت پر چڑھ گئے اور ان سے کہا کہ جب تک تم میرے سامنے برہنہ ہو کر نہیں آؤ گی کپڑے نہیں دوں گا۔ انہیں مجبوراً ایسا ہی کرنا پڑا) دوسرا بودھا اوتار: یہ آدمی کی صورت صندل سے تراشی ہوئی اب تک جگن ناتھ میں موجود ہے۔ جب پرانی ہو جاتی ہے پھر نئی بنا دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جو کوئی ساری عمر میں اس کا ایک بار درشن کر لے اس کے تمام عمر کے گناہ عبادت بن جاتے

ہیں اور اس مقام میں ہندو ایک دوسرے کے جھوٹ سے پرہیز نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ ایک اوتار کل جگ یعنی آخر زمانے میں سنبھل شہر میں وشین دت برہمن کے گھر میں پیدا ہوگا جس کو کلکی اوتار کہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ تمام خلقت جو کلجگ کی تاثیر سے بگڑ گئی ہوگی پھر درست ہو جاوے گی اور ست جگ کا زمانہ شروع ہوگا۔ (محققین نے حضرت محمد ﷺ کو کلکی اوتار قرار دیا ہے۔ ملک احمد سرور)

☆ برہما کا ذکر

مولانا عبیداللہ مرحوم تحفۃ الہند میں لکھتے ہیں: ''ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق چاروں وید برہما کے منہ سے نکلے اور وہ ویدوں کو کلام الٰہی مانتے ہیں۔ برہما ان کے سب پیشواؤں کا پیشوا ہے۔ مہا بھارت کے پہلے باب میں لکھا ہے کہ برہما سارے دیوتاؤں کا استاد ہے اور مہادیو بھی اسی سے پیدا ہوا۔ ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ مہادیو برہما کی دونوں ابروؤں سے پیدا ہوا۔ بھگوت گیتا میں لکھا ہے کہ پہلے برہما نے سارستی اپنی بیٹی بنائی اور کام دیو یعنی شہوت کو بھی بنایا۔ کام دیو نے برہما سے یہ بخشش چاہی کہ وہ جس کے دل میں جا گھسے، اس کی عقل ماری جاوے۔ برہما نے اس کو یہ بخشش دے دی تو کام دیو برہما ہی کے دل میں جا گھسا۔ برہما کی عقل رخصت ہوئی اور شہوت غالب آئی یہاں تک کہ خود اپنی بیٹی سے جماع کا قصد کیا۔ سارستی شرم و حیا کی وجہ سے ایک طرف کو پھر گئی تو اس طرح برہما کی شکل میں ایک اور منہ ظاہر ہوا اور نظر بد کرنے لگا۔ سارستی پیچھے کو ہو گئی تو اس طرف برہما کا ایک اور منہ ظاہر ہو گیا اور سارستی کو گھورنے لگا۔ سارستی دوسری طرف ہو گئی تو برہما کا چوتھا منہ ظاہر ہو گیا۔ اس طرح برہما کے چار منہ بن گئے اور اسی وجہ سے برہما کو چتر مکھ کہا جاتا ہے۔ سارستی بھاگ کھڑی ہوئی، برہما اس کے پیچھے بھاگا۔ جب دیوتاؤں میں اس کے چرچے ہوئے تو مہادیو نے برہما کا اوپر والا سر کاٹ دیا............ میتہ پوران (ہندوؤں کی مذہبی کتاب) میں ہے کہ برہما نے اپنی بیٹی کو اپنی جورو (بیوی) بنا کر سو برس تک رکھا پھر اس کو اپنے بیٹے سویم بھوہ سے بیاہ دیا۔'' (برہما کے بارے میں مزید جو کچھ لکھا ہے وہ ناقابل تحریر ہے۔ اسلام کی اخلاقی تعلیمات اسے نقل کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتیں۔ ملک احمد سرور)

☆ اننت رام کا سوال پنڈت جی کا جواب

تحفۃ الہند کے مصنف اننت رام (مولانا عبیداللہ) لکھتے ہیں: ''جن دنوں میں اپنا اسلام

مخفی رکھتا تھا، ان دنوں میں نے ایک روز ایک ہندو برہمن سے پوچھا کہ ”پنڈت جی! اگر کوئی راجا سے ملاقات کرنا چاہے تو کیا یہ ملاقات کسی معتبر شخص مثلاً وزیر یا امیر کے ذریعے ہوسکتی ہے یا کسی بدکار شہدے بدمعاش کے ذریعہ سے؟“ پنڈت جی بولے: ”راجا کے دربار میں لچوں کو کون پوچھتا ہے۔“ اس کے بعد میں نے پنڈت جی سے کہا کہ جب راجاؤں کی یہ حالت ہے تو پھر خدا کے دربار میں تو لچوں کے ذریعے رسائی نہ ہوگی، پنڈت جی بولے: ”سچ کہتے ہو۔“ اس پر میں نے کہا: پھر تم ایسے شخص کے پیچھے کیوں لگے ہو جو اپنی بیٹی سے جماع کا قصد کرتا ہے یعنی برہما۔“ میرا سوال سن کر پنڈت جی نے کہا کہ میں یہ بات اپنے دل ہی میں رکھوں، کسی پر ظاہر نہ کروں۔“

☆ مذہبی شعبدے

ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ مہا کالی دیوی کا جن مقامات پر ظہور ہوا، ان میں ایک جوالا مکھی ہے۔ جوالا مکھی کے ایک بار درشن سے پن ہوتا ہے۔ جوالا مکھی آگ اگلنے والے پہاڑ کو کہتے ہیں۔ ہندوؤں کے جوالا مکھی والے مقام پر لوگوں کو کس طرح بے وقوف بنایا جاتا ہے، یہ ایک دلچسپ داستان ہے۔ دن رات میں دوبار دیوی کو بھوک لگایا جاتا ہے۔ اس وقت کسی غیر کو اندر نہیں جانے دیا جاتا۔ اس کام کے لیے 12 بھوجکی مقرر ہیں۔ یہی بھوجکی مقررہ وقت پر دروازے بند کر کے ایک پجاری کو ساتھ لے کر بھوک لگاتے ہیں۔ اس طرح چوری چھپے شعلوں میں کچھ مسالہ وغیرہ ڈال دیا جاتا ہے جو کئی گھنٹوں تک جلتا رہتا ہے۔ میلے کے دنوں میں زیادہ مسالہ ڈالا جاتا ہے تاکہ دن رات جلتا رہے اور میں (مولانا عبیداللہ) نے سنا بھی ہے کہ یہ شعلے مسالے کے سبب سے روشن رہتے ہیں اور اتنا تو میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جب ان میں سے کوئی شعلہ بجھ جاتا ہے تو اس کو چراغ سے پھر روشن کر دیتے ہیں اور یہ جو کہتے ہیں کہ اس مکان میں پانی میں سے آگ کا شعلہ نکلتا ہے تو یہ بالکل غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مکان میں ایک حوض ہے جسے ہمن کنڈ کہتے ہیں۔ اس کے کونہ میں زمین کے برابر ایک پتھر سے پانی نکلتا ہے۔ اللہ جانے وہیں سے نکلتا ہے یا کہیں دور سے آتا ہے۔ پانی اتنی تھوڑی مقدار میں نکلتا ہے کہ آٹھ پہر میں ایک پیالہ بھرتا ہے اور اس سے ذرا بلندی پر شعلہ نکلنے کی جگہ ہے لیکن پانی قریب ہونے کے باعث وہ شعلہ بجھتا رہتا ہے۔ جب کسی کو وہاں ہوم کرنا ہوتا ہے تو کپڑے سے پانی کو خشک کر کے چراغ سے اس شعلہ کو روشن کرتے ہیں۔ پھر اس پر گھی، شہد، تل، جو، بادام اور کھوپڑا دھڑیوں اور منوں کے حساب سے ڈالتے ہیں۔ قصہ مختصر ان چیزوں سے وہ شعلہ خوب

بھڑکتا ہے اور پانی نیچے ہی دبا رہتا ہے۔ بچپن میں ایک رات کو میں بھی وہاں ہوم (عبادت) کرنے گیا تھا۔

☆ دیوی کی پوجا کرنے کا طریقہ

تحفۃ الہند کے مصنف لکھتے ہیں: ''دیوی کی پوجا کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ بلور (صاف وشفاف پتھر) کے ٹکڑے پر اس طرح ✡ کے خط کھینچ کر بت بنا رکھے ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی بھی عورت کی شرم گاہ کی پوجا کرتے ہیں۔ (اس سے آگے جو تفصیل ہے وہ ناقابل تحریر ہے۔ ملک احمد سرور) ہندوؤں کا قول ہے کہ ''سہر بھگ درشناں مکتی'' یعنی عورت کی ایک ہزار شرم گاہیں دیکھنے سے نجات ہوتی ہے۔'' مہا دیو کی پوجا کا طریقہ بھی ناقابل تحریر ہے کیونکہ انتہا کا فحش ہے۔

☆ گائے کی پوجا اور ہندومت میں اس کا مقام

گائے کے متعلق ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ گائے کے جسم میں دیوتا جمع رہتے ہیں اور اس کی پوجا کا طریقہ یہ ہے کہ سونے کے سینگ بنوا کر اس کے سینگوں پر رکھے جائیں اور چاندی کے سم بنوا کر اس کے پیروں کے پاس رکھے جائیں اور ایک چاندی کا پترا اس کی پیٹھ پر رکھا جائے اور اس پر جھولی ڈالی جائے۔ اس کے بعد اس کی پوجا کی جائے اور اس گائے کو برہمن کو دے دیا جائے۔ ہندو گائے کے گوبر اور پیشاب کو نہ صرف پاک سمجھتے ہیں بلکہ پاک کرنے والا بھی سمجھتے ہیں۔ گائے کی پانچ چیزوں یعنی گوبر، پیشاب، دودھ، دہی اور گھی کو پنچ گپ کہتے ہیں اور ان کے نزدیک ان چیزوں سے زیادہ کوئی دوسری چیز پاک نہیں ہے۔ ہندوؤں میں سے جو بڑے بھگت ہیں، ان کا معمول یہ ہے کہ وہ ہر روز پنچ گپ پیتے ہیں۔ برہمن اپنے جینو (زنار: چند دھاگوں کا ہار) کے بغیر کھانا نہیں کھاتے اور اگر کبھی ایسا کر لیں تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ گاتری کا منتر پڑھے اور اس دن گائے کے پیشاب کے علاوہ کچھ نہ کھائے پیے۔ اسی طرح اگر برہمن چنڈال (ادنیٰ ذات کے ہندو) کے تالاب کا پانی پی لے یا اس میں غسل کر لے تو گائے کا گوبر کھائے اور پیشاب پیئے تب جا کر پاک ہوگا۔ عام ہندو بھی اگر غیر قوم کے برتن میں کچھ کھا پی لے تو اس کو کئی دن تک برت (روزہ) رکھوا کر پنچ گپ پلاتے ہیں۔ ہندوؤں کے نزدیک گائے کے پیروں کی گرد اگر اڑ کر کسی کے بدن پر پڑ جائے تو یہ گرد پاک سمجھی جاتی ہے۔ اس خاک کو گودھوری کہتے

(باقی صفحہ نمبر 38 پر ملاحظہ فرمائیں)

ڈاکٹر عبدالرؤف خان مرحوم

معاشرتی اصلاح کا دعوتی طریقۂ کار؟

معاشرے کے اصلاحِ کار کے لیے ضروری ہے کہ اس کے پاس نہ صرف نیکی و بدی، اچھائی و برائی، حلال وحرام، گناہ وثواب اور دعوت کے قواعد وضوابط کا مناسب علم ہو بلکہ اسے حکمت کے اسرار و رموز سے بھی آشنا ہونا چاہیے کیونکہ نبی کریم ﷺ کے ایک قول کے مطابق ''جس سے سوال کیا گیا اور بغیر علم کے اس نے جواب دیا تو وہ خود بھی گمراہ ہوا اور دوسروں کو بھی اس نے گمراہ کر دیا۔'' اصلاحی دعوت کے قواعد وضوابط اور طریقۂ کار کیا ہونا چاہیے، یہ جاننے کے لیے درج ذیل فرامین الٰہی پر غور فرمائیں:

1: اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو۔ (النحل: 125)

2: جاؤ، تم دونوں فرعون کے پاس کہ وہ سرکش ہو گیا ہے، اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔ (طٰہٰ: 43-44)

3: **وقولوا للناس حسنا**۔ یعنی ''لوگوں سے اچھے انداز میں بات کرو۔'' (البقرہ: 83)

ان آیات کی روشنی میں ہم اصلاحی دعوت کے اصول، قواعد وضوابط اور طریقۂ کار طے کر سکتے ہیں۔ دعوت کے لیے پہلی بات جو کہی گئی ہے وہ ''حکمت'' ہے۔ حکمت سے مراد دلائل و براہین، ایسے دلائل جو عقل کے راستے کو روشن کریں، نپے تلے الفاظ میں حسن تدبیر کے ساتھ بات کرنا، بیوقوفوں کی طرح اندھا دھند تبلیغ نہ کرنا بلکہ دانائی کے ساتھ مخاطب کی ذہنی استعداد، سمجھ، ظروف واحوال اور نفسیات کو سامنے رکھ کر بات کرنے کا نام حکمت ہے۔ ایک نشست میں کس قدر دعوت دینی ہے، یہ بھی حکمت میں شامل ہے۔

دوسری بات ''عمدہ نصیحت'' ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بات اس انداز سے کی جائے کہ مخاطب کے جذبات کو اپیل کرے اور ایک انسان کے اندر برائی سے جو فطری نفرت ہوتی ہے اس نفرت کو بیدار کیا جائے اور ابھارا جائے۔ عمدہ نصیحت میں جذبۂ خیر خواہی اور ہمدردی کا ہونا بھی ضروری ہے۔ وعظ کا انداز نرم اور دلکش ہونا چاہیے، کلام میں شیرینی اور دلائل دل کو قائل کرنے والے ہونے چاہئیں۔ اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ آپ جس فرد کی اصلاح

کرنا چاہتے ہیں اسے شرمندہ اور ذلیل کرنے کا انداز ہرگز نہ اپنائیں، چوٹیں اور پھبتیاں نہ کسیں بلکہ اس کی عزت نفس کا خاص خیال رکھیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ اگر مخاطب سے بحث کا موقع پیش آ جائے تو یہ بحث احسن طریقے سے ہونی چاہیے۔ بحث میں مخاطب کی عزت و احترام کا خاص خیال رکھیں اور یہ تاثر ہرگز نہ دیں کہ آپ اسے شکست دینا چاہتے ہیں۔ چوتھی بات ''نرمی'' ہے یعنی آپ کی گفتگو میں نرمی ہونی چاہیے۔ آپ کا لہجہ شستہ اور نرم ہو۔ نرمی کی اہمیت کا اندازہ آپ یہاں سے لگا لیں کہ فرعون انتہا کا سفاک اور ظالم انسان تھا، اس کے باوجود حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے کہا گیا کہ اس کے ساتھ نرمی سے بات کرنا۔ اصلاح کے لیے دی جانے والی دعوت میں ایک اور خاص بات کا خیال رکھا جاتا ہے اور یہ بڑی اہم بات ہے کہ داعی کے قول و فعل میں تضاد نہیں ہونا چاہیے۔ قرآن مجید میں اس حوالے سے بڑی تاکید آئی ہے مثلاً سورۃ الصّف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں، اللہ کے نزدیک کتنی بری بات ہے کہ تم وہ کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔'' اس لیے اصلاح کا آغاز اپنی ذات اور اپنے گھر سے ہونا چاہیے۔ اصلاح ایک مشکل کام ہے، اس میں صبر اور استقامت کی بھی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ جلد بازی میں شاذ و نادر ہی مثبت نتائج سامنے آتے ہیں۔ آپ جس فرد کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں ممکن ہے اس کا ردعمل انتہائی گستاخانہ ہو جائے، اگر آپ اس سے مخلص ہیں تو آپ اس کی ہر گستاخی پر صبر کریں گے بالکل ویسے ہی جیسے ایک ڈاکٹر کسی ذہنی مریض کی گالیاں تک سن لیتا ہے۔ اسوۂ حسنہ کو دیکھیں کہ مشرکین مکہ کا رویہ آپؐ کے ساتھ کیسا تھا لیکن آپؐ نے نرم خوئی کا دامن نہ چھوڑا اور قرآن مجید اس کی گواہی یوں دیتا ہے: ''اگر آپ بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس سے بھاگ جاتے۔'' (آل عمران: 159)

ضروری نہیں کہ ہر عالم و فاضل ایک اچھا داعی بھی ہو، اچھے داعی میں ''حکمت'' کی صفت پائی جاتی ہے۔ بیدار ڈائجسٹ کے شمارہ دسمبر 2005ء میں آپ نے بھارت کے ایک نومسلم چودھری آر کے عادل کی روداد پڑھی ہوگی، وہ اسلام قبول کرنے کے لیے متعدد نامور علماء کے پاس گیا مگر یہ علماء حکمت سے خالی تھے، اس لیے اسے مسلمان نہ بنا سکے۔ یہ فرد جب صاحب حکمت مولوی کلیم صدیقی کے پاس حاضر ہوتا ہے تو بڑی آسانی سے مطمئن ہو جاتا ہے۔ مولوی کلیم صدیقی کی حکمت نہ صرف اسے مسلمان بناتی ہے بلکہ اس کی بیوی کو بھی اسلام قبول کرا دیتی ہے۔ پھر بیدار ڈائجسٹ کے شمارہ دسمبر 2004ء میں 165 انسانوں کے قاتل سنسر پال کی روداد

بھی پڑھیں کہ مولوی کلیم صدیقی اس سے قتل و غارت گری کیسے چھڑوا لیتے ہیں۔

اصلاح میں ذاتی کردار کی بھی بڑی اہمیت ہے، جہاں دلائل و براہین ناکام ہو جاتے ہیں وہاں آپ کا کوئی اچھا عمل کام کر دکھاتا ہے۔ مکہ کی وہ بڑھیا جو نبی کریم ﷺ کو کوستی رہتی تھی، جب اس نے نبی کریم ﷺ کے کردار کو دیکھا تو مسلمان ہوگئی۔ بھارت کے مولوی کلیم صدیقی صاحب ایک بار ٹرین میں سفر کر رہے تھے۔ ایک ہندو اپنے اسٹیشن پر اترنا بھول گیا۔ اسے جلدی بھی تھی، اگلے اسٹیشن سے وہ گھر بروقت نہیں پہنچ سکتا تھا، اس نے ٹرین سے چھلانگ لگانا چاہی تو کلیم صدیقی صاحب نے اٹھ کر اسے پکڑ لیا اور چھلانگ نہ لگانے دی۔ ایک ہندو انجینئر اسی ڈبے میں بیٹھا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا کہ ایک مسلمان ایک ہندو کو بچا رہا ہے، اس واقعہ سے وہ اس قدر متاثر ہوا کہ مسلمان ہوگیا۔ بیدار ڈائجسٹ کے شمارہ ستمبر 2004ء میں آپ نے بغداد کے ایک چور ''ٹنڈا شیطان'' کی کہانی پڑھی ہوگی جس نے شیخ جنید بغدادی رحمہ اللہ کے کردار کو دیکھ کر گناہوں سے توبہ کر لی۔ اگر آپ بھی اصلاح معاشرہ کے کام میں سرگرم عمل ہونا چاہتے ہیں تو پھر اپنے اخلاق و کردار کو مثالی بنائیں۔ محض وعظ کرنے سے کسی کی اصلاح نہیں ہوتی، اگر ایسا ہوتا تو لاکھوں خطیب ہر جمعہ کو جن کروڑوں افراد کو درس اصلاح دیتے ہیں کم از کم ان کی اصلاح ضرور ہو چکی ہوتی۔

بقیہ: حاصل مطالعہ

ہیں۔ ہندوؤں کا کہنا ہے کہ ملیچھ کے مکان میں کھانا درست نہیں لیکن جس مکان میں گائے رہتی ہو وہاں درست ہے۔ ہندوؤں کے ہاں سناروں، قلعی گروں، جلاہوں، دھوبیوں وغیرہ کے گھروں کا کھانا بھی منع ہے۔

☆ **ہندوؤں کے برت (روزے)**

ہندو اپنے دیوتاؤں کے نام پر روزے رکھتے ہیں اور اس کو برت کہتے ہیں۔ ہر مہینے کی اکاوشی (گیارھویں) کو وشن کے نام کا، چودھویں کو مہادیو کے نام کا، منگل کے دن ہنومان کے نام کا، اتوار کو سورج کے نام کا، ہفتہ کو زحل کے نام کا، بھادوں کے مہینہ میں جنم اشٹمی کے دن کرشن کے نام کا، کاتک کے مہینہ میں اماوس یعنی دیوالی کو لچھمی کے نام کا، چیت اور اسوج کے مہینوں میں نوراتوں میں دیوی کے نام کا برت رکھتے ہیں۔ بعض برتوں میں صرف بعض غذائیں کھانا منع ہوتا ہے، دیگر غذائیں کھا سکتے ہیں۔

مرتب: علی حمزہ

دانش پارے

تاریخ بالخصوص اسلاف کی سوانح کا مطالعہ کریں تو ہمیں امانت و خیانت دونوں موضوعات کے بارے میں ایمان افروز اور عبرت انگیز واقعات پڑھنے کو ملتے ہیں۔ ذیل میں چند منتخب تاریخی واقعات اور حکایات دی جا رہی ہیں:

☆ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی دیانت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو پانچواں خلیفۂ راشد کہا جاتا ہے جو کئی دہائیوں کی ملوکیت کے بعد مسلمانوں کو نصیب ہوئے۔ خلیفہ بننے سے قبل ان کی زندگی شہزادوں سے بڑھ کر تھی۔ اعلیٰ سے اعلیٰ تر لباس پہنتے اور قیمتی سے قیمتی خوشبو استعمال کرتے مگر خلیفہ بنتے ہی ان کی زندگی میں وہ تبدیلی آئی کہ تاریخ انہیں عمر ثانی لکھنے پر مجبور ہوگئی۔ ان کی دیانت کی اَن گنت مثالیں تاریخ کے صفحات پر رقم ہیں۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ آپ چراغ کی روشنی میں سرکاری کام کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک ملازم آ گیا اور باتیں کرنے لگا۔ یہ باتیں گھریلو امور سے متعلق تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ملازم سے فرمایا: ''پہلے چراغ بجھا دو، پھر جس قدر چاہو باتیں کرو۔ چراغ کا تیل بیت المال سے آیا ہے، اس کا استعمال صرف سرکاری کام کے لیے جائز ہے، گھریلو باتوں کے لیے نہیں۔'' یہ ایک بنیاد پرست اور انتہا پسند حکمران کی نہ صرف سوچ تھی بلکہ عمل بھی تھا مگر آج روشن خیال ترقی پسند حکمرانوں کے دور میں سرکاری وسائل کا ذاتی استعمال کس قدر ہوتا ہے، کسی سے پوشیدہ نہیں۔

☆ غلام چرواہا اور عبداللہ بن عمرؓ

ایک روز عبداللہ بن عمرؓ کا ایک غلام چرواہے کے پاس سے گزر ہوا جو اپنے آقا کی بکریاں چرا رہا تھا۔ آپ نے اس غلام کی امانت کا امتحان لینے کا سوچا اور پوچھا: ''ان میں سے کوئی بیچو گے؟'' وہ بولا: ''مالک یہاں نہیں ہے'' عبداللہ بن عمرؓ نے کہا: ''ایک بکری دے دو، کہہ دینا بھیڑیا کھا گیا تھا۔'' غلام نے کہا: ''خدا سے ڈرو۔'' حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس کی امانت داری سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اس غلام کو اس کے مالک سے خرید لیا اور پھر اسے آزاد کر دیا۔

☆امانت دار تاجر

ابن خریف بیان کرتے ہیں: ''میرے والد صاحب نے مجھے بتایا کہ میں نے احمد بن حسب دلّال کو کچھ کپڑے دیے اور کہا: ''ان کپڑوں کو فروخت کر آؤ لیکن ان میں جو عیب ہے وہ خریدار کو بتا دینا۔ میں نے ایک کپڑے کا داغ بھی دکھا دیا۔ وہ چلا گیا، دن ڈھلے واپس آیا اور رقم مجھے دیتے ہوئے کہا: ''اتنے دیناروں میں، میں نے کپڑا ایک عجمی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔'' میں نے پوچھا: ''کیا کپڑے کا عیب دکھا دیا تھا؟'' اس نے بتایا: ''میں دکھانا بھول گیا۔'' میں نے کہا: ''چل میرے ساتھ۔'' میں اسے ساتھ لیے خریدار کی قیام گاہ پر پہنچا مگر وہ وہاں نہ ملا۔ پوچھ گچھ کے بعد پتہ چلا کہ وہ حجاج کے ایک قافلے کے ساتھ مکہ کی طرف چلا گیا ہے۔ میں نے دلّال سے اس آدمی کا حلیہ معلوم کیا اور سواری کرائے پر لے کر قافلے کی تلاش میں چل پڑا۔ قافلہ مل گیا اور میں نے اس آدمی کو بھی تلاش کر لیا۔ میں نے اس آدمی کو بتایا کہ ''آپ نے'' کل فلاں دلّال سے جو کپڑا خریدا تھا، اس میں ایک عیب تھا، وہ واپس کر دیجیے اور دام واپس لے لیجیے۔'' وہ کپڑا نکال کر لے آیا اور داغ دیکھا اور کہا: ''اے شیخ! دینار نکالیے۔'' میں نے اس کے دیناروں کو گنا تھا نہ دیکھا تھا، جیسے ملے تھے ویسے ہی نکال کر دے دیے۔ دینار لیتے ہوئے وہ بولا: ''میں نے آپ کو کھوٹے سکے دیے تھے۔'' اس نے دینار مجھ سے لے کر پھینک دیے اور نئے دینار دیے اور کپڑا رکھ لیا۔''

☆امانت دار فقیر

ایک فقیر مصر کی جامع مسجد کے قریب بیٹھا بھیک مانگ رہا تھا۔ کچھ دولت مند ادھر سے گزرے، اس نے دستِ سوال دراز کیا مگر کچھ نہ ملا۔ ان لوگوں میں سے ایک کے کپڑوں سے ایک تھیلی گر پڑی جس میں پانچ سو دینار تھے۔ کچھ دیر بعد تھیلی پر فقیر کی نظر پڑی اور اس نے اٹھا کر رکھ لی۔ تھیلی اس نے وہاں مٹی کے نیچے چھپا دی۔ اتنے میں تھیلی کا مالک تھیلی کو ڈھونڈتا ہوا آ گیا۔ اس نے فقیر سے پوچھا: ''یہاں میری ایک تھیلی گر گئی تھی، اس میں پانچ سو دینار تھے، تجھے تو نہیں ملی؟'' فقیر نے کہا: ''ملی ہے۔'' پھر اس نے وہ تھیلی پیش کر دی، تھیلی پا کر وہ شخص بولا: ''اب میں تجھے پندرہ دینار دوں گا'' مگر فقیر نے کہا: ''میں نے آپ سے ایک دینار بطور احسان مانگا تھا، لیکن اب کچھ نہیں لوں گا کیونکہ اب اگر کچھ قبول کروں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ دین دے کر دینار لے رہا ہوں۔'' وہ فقیر کا جواب سن کر شرمندہ ہوا اور واپس چلا گیا۔

☆ دودھ میں پانی ملانے والے کا انجام

بصرے کے ایک شخص نے بکریاں پال رکھی تھیں اور ان کا دودھ فروخت کر کے گھر کا خرچ چلاتا تھا۔ بکریوں کو چرانے اور دودھ دوہنے کے لیے اس نے ایک ملازم رکھا ہوا تھا۔ نوکر دودھ لے کر مالک کے پاس آتا تو مالک اس میں پانی ملانا شروع کر دیتا، نوکر سمجھاتا کہ ''حضور، بے ایمانی ٹھیک نہیں، قیامت کے روز اللہ کو کیا جواب دیں گے؟'' مالک نوکر کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اسے ڈانٹ کر چپ کرا دیتا۔ ایک دن نوکر بکریوں کو پہاڑ کے دامن میں بٹھا کر کسی کام کے لیے اوپر چلا گیا۔ اتنے میں تیز بارش ہوگئی اور دیکھتے ہی دیکھتے طوفان کی شکل اختیار کر گئی۔ اس قدر تیز سیلاب آیا کہ راستے میں پڑے بڑے بڑے پتھر اور درخت بھی اس میں بہہ گئے۔ پانی کا ایک ریلا بکریوں کو بھی بہا لے گیا۔ شام کو نوکر دودھ کے بغیر مالک کے گھر پہنچا تو اس نے پوچھا: ''دودھ کہاں ہے؟'' نوکر نے کہا: ''آپ روزانہ دودھ میں پانی ملاتے تھے، آج سارا پانی جمع ہو کر سیلاب بنا اور بکریوں کو بہا لے گیا۔''

☆ قصہ ابو یعقوب کی دیانتداری کا

ابو یعقوب مراکش کے شہزادے تھے اور انہوں نے بادشاہی چھوڑ کر درویشی اختیار کر لی تھی۔ وہ محنت ومشقت کر کے روزی کماتے اور خدا کا شکر ادا کرتے۔ انہوں نے دیانت وامانت کی نادر مثال پیش کی۔ شاہی محل چھوڑ کر ابو یعقوب نہایت خستہ حالت میں دمشق پہنچے۔ وہ روزگار کی تلاش میں تھے۔ وہ شہر کے داروغہ سے ملے اور داروغہ نے انہیں بادشاہ کے ایک باغ کی رکھوالی پر لگا دیا اور کہا کہ ''چوروں اور پرندوں سے باغ کی حفاظت کرنی ہے، پانی دینا ہے اور اسے صاف ستھرا رکھنا ہے۔'' وہ دن رات نگرانی کا کام کرتے رہے۔ اس طرح چھ ماہ سے زیادہ عرصہ گزر گیا اور ایک روز بادشاہ (نور الدین زنگیؒ) باغ میں سیر کے لیے آیا۔ امیر وزیر ساتھ تھے۔ خیمے لگائے گئے اور داروغہ نے انار پیش کرنے کی اجازت چاہی۔ ابو یعقوب کو انار لانے کا حکم دیا۔ ابو یعقوب نے انار توڑ کر بادشاہ اور درباریوں کے سامنے پیش کیے۔ بادشاہ نے انار چکھا اور رکھ دیا۔ معلوم ہوا کہ کھٹا ہے۔ داروغہ بڑا شرمندہ ہوا اور ابو یعقوب سے میٹھے انار توڑ کر لانے کے لیے کہا۔ دوبارہ جو انار توڑ کر لائے گئے وہ بھی کھٹے نکلے۔ داروغہ کو غصہ آیا اور ابو یعقوب کو ڈانٹتے ہوئے اس نے کہا: ''تمہیں باغ کی نگرانی کرتے ہوئے چھ ماہ ہو گئے ہیں مگر ابھی تک کھٹے اور میٹھے اناروں کی پہچان نہیں کر سکے۔'' ابو یعقوب نے کہا: ''آپ نے مجھے باغ

کی نگرانی کے لیے رکھا ہے، انار چکھنے اور کھانے کے لیے نہیں، میں کیا جانوں کس درخت کے انار کھٹے اور کس کے میٹھے ہیں؟'' بادشاہ کو معلوم ہوا تو وہ ابو یعقوب کی امانت و دیانت پر حیران رہ گیا اور جب اسے معلوم ہوا کہ ابو یعقوب تو دوسرے ملک کا شہزادہ ہے تو وہ ان سے بہت متاثر ہوا۔ ابو یعقوب کا مزار آج بھی بیروت میں موجود ہے۔ اسی قسم کا ایک قصہ عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے والد مبارکؒ سے بھی منسوب ہے۔

☆ ٹھگ کی دیانت داری

ایک شخص صبح منہ اندھیرے حمام کی طرف جانے کے لیے گھر سے نکلا۔ راستے میں اسے ایک دوست ملا۔ اس نے دوست سے کہا: ''آؤ ذرا حمام تک اکٹھے چلتے ہیں۔'' دوست نے کہا کہ میں حمام کے اندر تمہارے ساتھ نہیں جا سکوں گا کیونکہ مجھے کام ہے، بہرحال حمام تک ہمارا ساتھ رہے گا۔ حمام سے کچھ پہلے ہی دوست بغیر بتائے اپنے راستے کی طرف مڑ گیا۔ حمام سے باہر سڑک پر اس نے ایک شخص کو دیکھا اور سمجھا کہ وہ کوئی ٹھگ ہے۔ اتفاق سے ایک ٹھگ اس کے پیچھے بھی آ رہا تھا جس کا قطعاً اسے علم نہ تھا بلکہ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ اس کا دوست ہی اس کے پیچھے ہے۔ اس کے پاس سو دینار تھے۔ اس نے نکالے، پگڑی کے پلو میں باندھے اور پیچھے آنے والے ٹھگ کو دوست سمجھتے ہوئے دے دیے اور کہا کہ یہ میری امانت اپنے پاس رکھو، حمام سے فارغ ہو کر میں بعد میں آپ سے لے لوں گا۔ ٹھگ نے خاموشی کے ساتھ امانت رکھ لی۔ وہ شخص حمام سے فارغ ہوا تو اپنی امانت کے لیے اپنے دوست کے گھر کی طرف چل پڑا کہ ٹھگ نے اسے آواز دی: ''اے جوانمرد! اپنی رقم واپس لے لے، اس کے بعد کہیں جانا، تیری امانت کے باعث میں اپنا کام کرنے سے قاصر رہا ہوں۔'' اس شخص نے پوچھا: ''کون سی امانت؟'' ''ابھی حمام میں جانے سے پہلے تم نے جو دی تھی'' ٹھگ نے بتایا تو اس شخص نے پوچھا: ''مگر وہ تو میں نے اپنے دوست کو دی تھی، تمہارے پاس کیسے آ گئی اور تم کون ہو؟'' ''تم نے دوست کے دھوکے میں امانت میرے حوالے کر دی اور میں ایک ٹھگ ہوں'' ٹھگ نے بتایا تو اس شخص نے پوچھا: ''اگر تم ٹھگ ہو تو تم یہ رقم کیوں نہیں لے اڑے؟'' ٹھگ بولا: ''اگر میں اپنی ہنرمندی سے حاصل کرتا تو اور بات تھی مگر امانت میں خیانت کو میں کسی مرد کے شایانِ شان نہیں سمجھتا۔''

☆......☆......☆

انتخاب: علی حمزہ

دولتِ دنیا اور دولتِ ایمان

یہ ایک مولوی صاحب اور ان کی بیوی کی کہانی ہے۔ مولوی صاحب علم و فضل اور زہد و پارسائی میں ایک بلند مقام رکھتے تھے مگر اہلِ علم کی طرح دنیاوی دولت سے محروم اور مفلس و نادار تھے۔ بیوی صابر و شاکر تھی مگر مسلسل تنگدستی اور فاقوں نے اسے بھی پریشان کر دیا۔ حالات سے تنگ آ کر ایک روز اس نے کہا: ''بے شک دینداری ایک افضل ترین نعمت ہے لیکن کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ کچھ دنیا داری کا بھی خیال رکھتے کیونکہ فقر اور کفر ایک دوسرے کے بہت قریب ہوتے ہیں "کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا" حقوقِ نفس کی ادائیگی بھی ہر انسان پر فرض ہے۔ تنگ دستی نے میرے اعتقاد کو متزلزل کر دیا ہے، بہتر ہوگا کہ آپ گھریلو ضروریات کے لیے بھی کچھ کریں۔''

بیوی کی باتیں سن کر مولوی صاحب نے فرمایا: ''یہ دنیا چند روزہ ہے، مشکل یا آسان کسی طرح گزر ہی جائے گی، ہمیں ہر حال میں صبر و شکر کا دامن تھامے رکھنا چاہیے۔ عارضی فائدے کے لیے ابدی راحت سے محروم رہنا نہایت خسارے کا سودا ہے۔ کیا آپ نے سنا نہیں کہ ''دنیا ایک مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں۔'' بیوی نے کہا: ''دینداری کے ساتھ دنیا کمانا کہیں منع نہیں۔'' اس پر مولوی صاحب نے فرمایا: ''یہ بالکل ناممکن ہے کیونکہ دنیا ایک مکر ہے اور بغیر مکر و فریب کے حاصل نہیں ہو سکتی، کیا آپ نے پڑھا نہیں "اَلدُّنْیَا زُوْرٌ وَلَا یُحْصَلُ اِلَّا بِالزُّوْرِ" یعنی مکر و فریب اور دینداری ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔'' اگر تیری یہی خواہش ہے تو تجربہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

مولوی صاحب دولت کمانے کے لیے گھر سے رخصت ہو کر دوسرے شہر پہنچ گئے۔ بڑی محنت و مشقت کی مگر کچھ ہاتھ نہ آیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے وافر علم اور عقل دے رکھی تھی اس لیے سوچ بچار کے بعد ایک منصوبہ بنا لیا۔ داڑھی منڈوائی، پیشانی پر قشقہ لگایا اور گلے میں زنار پہن کر ایک مسجد میں چلے گئے۔ مسجد میں بڑی تعداد میں نمازی جمع تھے، ان سے کہا: ''میں ایک خوشحال برہمن خاندان سے تعلق رکھتا ہوں، اسلام کی طرف میرا میلان دیکھ کر میرے گھر والے میرے دشمن بن گئے ہیں۔ اپنی بیوی، بچوں اور لاکھوں کی جائیداد چھوڑ کر نورِ اسلام کی دولت حاصل کرنے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں، مجھے مسلمان بنا لیجیے۔''

یہ سن کر مسلمان بہت خوش ہوئے، مسجد نعرۂ تکبیر ''اللہ اکبر'' سے گونج اٹھی۔ مسلمان اس کے شوقِ اسلام اور بے نظیر قربانی و ایثار سے بہت متاثر ہوئے، گھر گھر اس کا چرچا ہونے لگا۔ مصنوعی برہمن یعنی نومسلم مسجد کے خادم کے طور پر کام کرنے لگا۔ وہ مسجد کی صفائی کرتا اور نمازیوں کے وضو کے لیے پانی بھرتا اور دیگر تمام کام بھی تندہی سے انجام دیتا اور باقی سارا وقت عبادت میں گزارتا۔ لوگوں پر اس کے زہد اور تقویٰ کا بہت اثر ہوا اور تمام لوگ دل و جان سے اس کی عزت کرتے۔ یہ جمعۃ الوداع کا دن تھا اور مسجد میں ہزاروں نمازی جمع تھے۔ اس نے مجمع کے سامنے کھڑے ہو کر کہا: ''الحمد للہ کہ گزشتہ شب خواب میں حضرت خضرؑ سے میری ملاقات ہوئی، وہ میرے عقائد اسلامی پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے پر بہت خوش تھے۔ انہوں نے مجھے اپنے سینۂ مبارک سے لگایا اور علوم دین کے دروازے مجھ پر کھول دیے۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ اب میں اسلامی علوم سے نابلد نہیں ہوں، اگر اجازت ہو تو وعظ کر کے اپنے خواب کی تصدیق اور احساسات کا تجربہ کرلوں؟'' لوگوں نے خوشی سے کہا کہ ''ضرور ضرور۔''

''نومسلم صاحب'' منبر پر چڑھ گئے اور نہایت متاثر کن وعظ فرمایا۔ مجمع واہ واہ کر اٹھا، سینکڑوں نمازی اٹھ کر دست بوسی کرنے لگے اور سینکڑوں نے مرید بننے کی درخواست کر دی۔ انہوں نے سب کو مرید بنا لیا۔ ہر مرید نے حسب استطاعت نذرانہ پیش کیا۔ ان کی شہرت پھیلتی اور مرید بڑھتے گئے۔ مرید بڑھنے کے ساتھ نذرانوں میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں ایک بڑی رقم جمع ہوگئی تو موقع پا کر رات کی تاریکی میں مولوی صاحب اپنے گھر پہنچ گئے۔ بیوی دولت کا ڈھیر دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ مولوی صاحب نے بیوی کو بتایا کہ یہ دولت اکٹھی کرنے کے لیے کیسے کیسے پرُفریب طریقے اختیار کیے گئے ہیں اور کتنے جھوٹ بولے گئے ہیں۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے کہا: ''تمہارے سامنے پڑا ہوا دولت کا ڈھیر مذموم طریقوں سے اکٹھا کیا گیا ہے، دولت کا ایک دوسرا ڈھیر بھی ہے جو تمہیں نظر نہیں آ رہا اور یہ ڈھیر ایمان کی دولت کا ہے۔ اب ان دونوں میں جس کو چاہو قبول کرلو، ایک ہی حاصل کرسکتی ہو دونوں ڈھیر بیک وقت نہیں مل سکتے۔ اچھی طرح سوچ لو کہ دنیا کی عارضی زندگی کی آسائشیں چاہئیں یا ہمیشہ کی زندگی کی نعمتیں۔'' بیوی نے خوب غور وخوض کیا اور دولت ایمان کو دولت دنیا پر ترجیح دینے کا فیصلہ کیا اور اپنے افلاس وفقر پر صابر وشاکر رہنا قبول کرلیا۔

(باقی صفحہ نمبر 49 پر ملاحظہ فرمائیں)

کتے کی قابل تقلید 10 خصلتیں

خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ کتے میں 10 ایسی خصلتیں ہیں کہ وہ ہر مومن کو اختیار کرنی چاہئیں:

1: وہ بھوکا رہتا ہے، یہ آداب صالحین سے ہے، تھوڑی چیز پر قناعت کرتا ہے، یہ علامتِ صابرین ہے۔

2: اس کا کوئی مکان نہیں ہوتا، یہ علامت متوکلین ہے۔

3: وہ رات کو بہت ہی کم سوتا ہے، یہ صفت شب بیداراں اور علامت محبین ہے۔

4: جب مرتا ہے تو کوئی میراث نہیں چھوڑتا، یہ صفت زاہدین سے ہے۔

5: یہ اپنے مالک کو نہیں چھوڑتا گو وہ اس پر سختی کرے اور اس کو مارے، یہ علامت مریدان صادقین سے ہے۔

6: ادنیٰ جگہ پر ہی راضی ہو جاتا ہے، یہ صفت متواضعین سے ہے۔

7: اس کی جائے رہائش پر کوئی قبضہ کر لے تو اس کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسری جگہ چلا جاتا ہے، یہ نشان راضیین سے ہے۔

8: اس کو ماریں اور پھر روٹی کا ٹکڑا ڈالیں تو فوراً آ جاتا ہے، مار کا کینہ نہیں رکھتا، یہ علامت خاشعین سے ہے۔

9: کھانا سامنے رکھا ہوا دیکھتا ہے تو دور بیٹھا ہوا تکتا ہے، یہ علامت مساکین سے ہے۔

10: کسی مکان سے کوچ کر جاتا ہے تو پھر اس کی طرف التفات نہیں کرتا، یہ علامت مخزونین سے ہے۔

قناعت کا سبق کتے سے حاصل کر۔ تو نے اکثر دیکھا ہوگا کہ شکاری کتوں کو جب گلی کوچوں کے کتے دیکھتے ہیں تو ان پر بھونکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ”اے مسکینو! جب تم نے عمدہ عمدہ اور لذیذ کھانے کی طرف رغبت کی تو تم زنجیروں کے ساتھ قید کر لیے گئے۔ اگر تم بھی گری پڑی اور روکھی سوکھی چیزوں پر قناعت کر لیتے تو ہماری طرح کھلی اور آزاد زندگی بسر کرتے۔“

☆......☆......☆

نیاز فتح پوری

تشنۂ کوثر

خمارویہ بن احمد طولون سخت پریشان ہے اور حکم دیتا ہے کہ ابن یعقوب کو طلب کیا جائے۔ ابن یعقوب قبطی طبیب ہے اور اپنے علم و حذاقت کے لحاظ سے خاص شہرت کا مالک ہے۔

ابن یعقوب حاضر ہوتا ہے اور خمارویہ اس سے مخاطب ہو کر کہتا ہے: ''اے ابن یعقوب! میں بہت درماندہ و مضطرب ہوں اور اب اپنی تمام امیدوں کا مرکز تجھ کو قرار دے کر، تیری مدد چاہتا ہوں۔ تجھے معلوم ہے کہ میں کوثر سے کتنی محبت کرتا ہوں اور اس کی بیماری نے میری زندگی تلخ کر رکھی ہے۔ پھر تیری حذاقت کس دن کام آئے گی اور سوا تیرے اس ملک میں کون ہے جو اس کے مرض کا علاج کر سکے۔ کوثر تیری ہی طرح نصرانی مذہب رکھتی تھی، لیکن جب اس کا باپ اسلام لایا تو وہ بھی مسلمان ہوئی اور میرے حبالۂ عقد میں آئی۔ اب میں اس کی بیماری کی وجہ سے سخت پریشان ہوں اور اگر کوئی شخص اس کو صحیح و تندرست کر سکے تو میں بڑی سے بڑی دولت پیش کرنے کے لیے تیار ہوں۔'' یہ سن کر ابن یعقوب نے کہا: ''جو کچھ میرے امکان میں ہے اس سے دریغ نہ کروں گا اور اپنی ساری کوششیں اس کی صحت یابی کے لیے صرف کر دوں گا۔''

☆☆☆

خمارویہ، اپنے باپ ابن طولون کی وفات پر ۲۷۰ھ میں مصر کے تخت پر بیٹھا اور اپنے باپ کی طرح نہایت اچھا حکمراں ثابت ہوا......اس نے تمام امور مملکت پر خاص توجہ صرف کی۔ حدود سلطنت وسیع کیے اور اقطار اسلامیہ میں طولونی حکومت کا آوازہ بلند کر دیا......مصر کے اندر کثرت سے مساجد و محلات تعمیر کیے۔ رعایا کی راحت و آسائش کا خاص خیال رکھا اور شاہانہ جاہ و جلال میں بھی بہت کچھ اضافہ کیا۔ خمارویہ ایک جری سپاہی، ایک صاحب جبروت سردار، ایک قدر شناس فرمانروا تھا اور وہ بلا لحاظ ملت و مذہب فضل و کمال کی عزت کرنے والا تھا۔

ایک دن اس کو معلوم ہوا کہ فوج میں ایک سپاہی ہے جو ابن طولون کے زمانے میں اسلام لایا تھا اور ایک لڑکی رکھتا ہے جو حسن و جمال اور بلندیِ سیرت کے لحاظ سے مصر بھر میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ چنانچہ اس نے سپاہی کو طلب کیا اور پیام دے کر اس کی لڑکی کوثر سے نکاح کر لیا۔

جب کوثر محل شاہی میں داخل ہوئی اور خمارویہ نے اس کے حسن و جمال کو قریب سے دیکھا تو اس کا شیفتہ ہوگیا لیکن چونکہ قصر شاہی، مصر و شام، سرکیشیا و گرجستان کی نہایت حسین و جمیل عورتوں سے بھرا ہوا تھا، اور خمارویہ کبھی کبھی ان کی طرف بھی ملتفت ہوجاتا تھا، اس لیے کوثر اپنے محبوب شوہر کے اس طرزِ عمل سے کڑھتی رہتی تھی، یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ گھلنے لگی اور دماغ پر بھی ایسا سخت اثر ہوا کہ ایک دن سب نے جان لیا کہ وہ دیوانی ہوگئی ہے۔

☆☆☆

خمارویہ اور ابن یعقوب طبیب کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی اس کو کچھ زمانہ ہوگیا ہے اور خمارویہ اپنی محبوب بیوی کے پاس سے ایک لمحے کے لیے جدا نہیں ہوتا۔

ایک دن ابن یعقوب آیا اور بولا کہ ''ملکہ کے علاج کے لیے خاص اہتمام کی ضرورت ہے۔ اگر بادشاہ ایک شفا خانہ خصوصیت کے ساتھ پاگلوں کے علاج کے لیے قائم کرنے پر راضی ہوں تو ممکن ہے ملکہ شفایاب ہوجائے۔'' یہ سنتے ہی خمارویہ نے پایہ تخت میں نہایت وسیع پیمانے پر ایک عمارت اس غرض کے لیے تیار کرائی۔ کوثر اس شفاخانہ میں داخل کی گئی اور وہاں سے شفا پاکر قصر میں واپس آئی۔ ظاہر ہے کہ خمارویہ کی محبت کا کیا عالم ہوگا۔ اس نے سوائے کوثر کے تمام عورتوں سے بات کرنا ترک کردی اور دونوں محبت کی فردوسی زندگی بسر کرنے لگے۔ بظاہر یہ نہایت معمولی واقعہ تھا، لیکن اندر ہی اندر نہایت ہولناک مستقبل تیار کر رہا تھا۔ کیونکہ محل کی وہ تمام عورتیں جو خمارویہ کی نگاہ سے اتر گئی تھیں، کوثر اور خمارویہ دونوں سے جلنے لگیں اور انہوں نے در پردہ امراء و افسرانِ فوج سے مل کر ان کی ہلاکت و تباہی کی سازشیں شروع کردیں۔

رجب ۲۷۹ھ کی انیسویں تاریخ ہے، عباسی خلیفہ المعتضد باللہ تخت نشین ہوتا ہے اور لوگوں سے اس کی خلافت پر بیعت لی جارہی ہے..... خمارویہ بھی اپنی طرف سے کچھ قیمتی ہدایا خلیفہ کی خدمت میں بھیجنا چاہتا ہے اور اپنے ایک مخلص دوست حسین بن عبداللہ کو (جو ابن الخصاص کی کنیت سے مشہور تھا) اس خدمت کے لیے منتخب کرتا ہے۔ ابن الخصاص نہایت ہوشیار شخص تھا۔ اس نے سوچنا شروع کیا کہ کیونکر اس خدمت سے پورا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ خمارویہ کی لڑکی ...... ''قطر الندیٰ'' بے انتہا حسین و جمیل ہے اور اس نے فیصلہ کرلیا کہ خلیفہ کے پاس پہنچ کر اس کا ذکر کرے گا تا کہ وہ اپنے بیٹے علی سے اس کی شادی کر کے طولونی فتنہ سے ہمیشہ کے لیے مطمئن ہوجائے۔

چنددن کے بعد ابن الخصاص ہدایا لے کر روانہ ہوا اور منزلیں طے کر کے خلیفہ عباسی کے حضور میں پہنچ گیا...... خلیفہ نے نہایت مسرت سے ان قیمتی ہدایا کو قبول کیا اور ابن الخصاص سے گفتگو کرنے کے لیے تخلیہ کر دیا گیا۔ ابن الخصاص نے مصر کا حال بیان کرتے ہوئے خمارویہ کی لڑکی ،قطر الندی، کے حسن و جمال کا بھی ذکر کیا اور کہا کہ اگر ولی عہد خلافت (علی) کے ساتھ اس کی شادی ہوجائے تو بہت مناسب ہے۔ خلیفہ نے کہا: ''میں نے اور لوگوں سے بھی اس لڑکی کے حسن و جمال کا ذکر سنا ہے اور میں خمارویہ سے خود اپنے لیے اس کی خواہش کروں گا۔'' یہ کہہ کر اس نے دس ہزار دینار ابن الخصاص کو دیے اور حکم دیا کہ جلد سے جلد مصر جا کر خمارویہ تک یہ پیام پہنچا دیا جائے۔

☆☆☆

ایک سال گزرا اور دوسرا بھی۔ محرم ۲۸۲ھ میں ایک شاندار جلوس بغداد کی گلیوں میں داخل ہوتا ہے۔ اس کے وسط میں خمارویہ کی لڑکی ''قطر الندی'' پر سوار نظر آتی ہے۔ اور ابن الخصاص آگے آگے ہے۔ قطر الندی خلیفۂ عباسی کے محل میں داخل ہوجاتی ہے اور ابن الخصاص بیش قیمت ہدایا کے ساتھ مصر واپس کیا جاتا ہے۔ قطر الندی کی روانگی کے بعد خمارویہ نے ارادہ کیا کہ تبدیلی آب وہوا کے لیے قصر حکومت کو چھوڑ کر چند دن کے لیے دمشق چلا جائے۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ حرم کی تمام عورتیں کوثر کی جلو میں ساتھ ساتھ چلیں۔ خمارویہ نے ایک شیر پال رکھا تھا جو اس کے ساتھ ہر وقت قصر میں رہا کرتا تھا۔ یہ کبود آنکھوں والا شیر خوبصورت تھا اور اپنے مالک سے حد درجہ مانوس تھا۔ خمارویہ کا اعتقاد تھا کہ جب تک یہ شیر میرے پاس ہے کوئی دشمن مجھ کو گزند نہیں پہنچا سکتا۔ روانگی سے قبل اس کی ایک حرم نے جو کوثر کی شدید دشمن تھی، خمارویہ سے کہا: ''اے آقا! لوگ کہتے ہیں کہ آپ بزدل ہیں اور اس واسطے اپنی حفاظت کے لیے ہر وقت شیر کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ مجھ سے لوگوں نے بیان کیا تو میں نے کہا کہ یہ غلط ہے اور دیکھ لینا اب کے سفر میں شیر ساتھ نہ جائے گا۔'' خمارویہ نے جواب دیا کہ ''تم نے خوب جواب دیا۔ بے شک میں شیر کو ساتھ نہ لے جاؤں گا تا کہ لوگ مجھے بزدل نہ سمجھیں۔'' چنانچہ وہ شیر کو وہیں مصر میں چھوڑ کر دمشق روانہ ہوگیا۔ دمشق پہنچنے کے بعد محل کی عورتوں کو اپنی سازش کی تکمیل کا کافی موقع مل گیا اور بعض افسران فوج اور خادموں کی مدد سے اس کو ذبح کرادیا۔ یہ واقعہ ذیقعدہ ۲۸۲ھ کا ہے یعنی اسی مہینہ کا جب اس کی لڑکی قطر الندی کے ساتھ خلیفۃ المعتضد باللہ نے شادی کی تھی۔

۳ ذی الحجہ کو خلیفہ تک اس واقعہ کی خبر پہنچی اور اس نے بیس آدمیوں کو جو اس جرم میں

شریک تھے تہ تیغ کرا دیا......انہی میں ایک شخص ابوالجیش بھی تھا۔اس سے فارغ ہونے کے بعد خلیفہ نے ابن الخصاص کو خط بھیجا اور اسے مصر طلب کیا۔قطر الندی کو جب اپنے باپ کے قتل کیے جانے کا حال معلوم ہوا تو بہت روئی اور التجا کی کہ کوثر کو یہاں بلا لیا جائے، کیونکہ وہ اس کے باپ کی بہت محبوب بیوی تھی۔خلیفہ نے پوچھا کہ تم یہ کیوں چاہتی ہو۔قطر الندی نے جواب دیا کہ ''مصر میں تنہا وہی ایک عورت ایسی تھی جس کو مجھ سے بہت محبت تھی اور جب میری ماں کا انتقال ہوا تو اس نے اپنے بچوں کی طرح مجھے رکھا اور نہایت شفقت سے پیش آئی۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر وہ وہاں چھوڑ دی گئی تو لوگ اس کو بہت پریشان کریں گے بلکہ ہلاک کر ڈالیں گے۔'' خلیفہ نے ابن الخصاص کو دمشق بھیجا تاکہ کوثر کو اپنے ساتھ لے آئے۔لیکن یہاں پہنچ کر اس نے ایک عجیب رنگ دیکھا۔محل کے اندر عجیب ہنگامہ برپا تھا اور کوثر غائب تھی۔ایک بڑھیا سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ ...... خمارویہ کے قتل کے بعد ہی چلی گئی تھی۔ اور دمشق کے ایک لکڑہارے کے مکان میں اس نے پناہ لی تھی۔ابن الخصاص اس کے پاس پہنچا تو معلوم ہوا کہ کوثر بے شک وہاں آ کر ٹھہری تھی لیکن تین دن ہوئے کہ دفعتاً غائب ہوگئی۔ابن الخصاص نے خیال کیا کہ اگر وہ کوثر کو لے کر بغداد نہ گیا تو ممکن ہے خلیفہ اس کو بھی سازش میں شریک سمجھے، اس لیے اس نے شہر کا کونہ کونہ چھان مارا اور آخرکار چوتھے دن دیکھا گیا کہ دریا میں ایک عورت کی لاش خس و خاشاک میں الجھی ہوئی پڑی ہے۔وہ عورت کوثر تھی۔

بقیہ: دولتِ دنیا اور دولتِ ایمان

مولوی صاحب نے ہر مرید کے نذرانے کا حساب رکھا ہوا تھا۔ وہ ہر ایک کا نذرانہ اسے واپس کرنے کے لیے واپس شہر گئے۔شہر کے عقیدت مند مریدوں نے مولوی صاحب کے یوں غائب ہو جانے کو ان کی کرامت سمجھ رکھا تھا۔مولوی صاحب کو اپنے سامنے پایا تو بہت خوش ہوئے۔جب مولوی صاحب نے نذرانے واپس کیے اور اپنے مکر و فریب کی وجہ بیان کیں تو ان کی عقیدت میں اور اضافہ ہو گیا۔ انہوں نے اصرار کیا کہ وہ انہیں اپنے حلقۂ ارادت میں شامل رکھیں۔مولوی صاحب نے ان کے اصرار پر انہیں مرید بنائے رکھنا تو قبول کر لیا مگر نذرانوں کی رقم اپنے پاس رکھنا منظور نہ کیا۔ وہ اپنے مریدوں کی بلا معاوضہ رہنمائی کرتے رہے۔دونوں میاں بیوی نے صابرانہ و صالحانہ زندگی بسر کی۔